'OM' DELHI

DECEMBER 1977

Price Rs. 3-00

'OM' DELHI

DECEMBER 1977

Price Rs. 3-00

روحانیت کے بلند ترین خیالات کا پرچارک

ماہنامہ اوم دہلی

۴۰۶۲ بازار اجمیری گیٹ

بابت ماہ دسمبر ۱۹۶۷ء

قیمت فی پرچہ ... -/3 روپے
سالانہ چندہ .. -/28 روپے
وی پی منگوانے پر .. -/4 روپے زائد

اسی چندہ میں
سالنامہ جنوری ۱۹۶۸ء
"شانتی انک"
قیمت چودہ روپے بھی دیا جائے گا

غیر ممالک سے سالانہ چندہ :-
بذریعہ بحری ڈاک -/100 روپے
بذریعہ ہوائی ڈاک -/200 روپے

چیف ایڈیٹر :- گورکھ ناتھ نندہ
ایڈیٹر :- برہمانند نندہ

فہرست مضامین

شری برہمانند نندہ ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر و مالک نے اعلیٰ پرنٹنگ پریس گلی سوداگراں بازار بلیماران دہلی سے چھپواکر دفترِ رسالہ "اوم" مکان نمبر 4062 بازار اجمیری گیٹ دہلی ۶ سے شائع کیا۔

ست رام جھوٹا سب دھندا ــــــ گوربانی

چوآ چندن مردن انگا سو تن جلے کاٹھ کے سنگا
اِس تن دھن کی کون بڑائی دھرن پڑے اُروار نہ جائی
کہت کبیر چیت رے اندھا ست رام جھوٹا سب دھندا

ـــــ آسا محلہ ۵ ـــــ

نانگا آیا نانگو جاسی جیوں ہستی خاکو چھانے!
سنت سجن سُنو سب میتا جھوٹا ایہہ پسارا
میری میری کر کر ڈوبے کھپ کھپ مُوئے گوارا
گورمِل نانک نام دھیایا ساچ نام نِستارا

ـــــ شلوک محلہ ۱ ـــــ

کوڑ[1] راجہ کوڑ پرجا، کوڑ سب سنسار اُو (۱ کوڑ بمعنی جھوٹا۔ اسّت۔ ناشوان)
کوڑ منڈپ کوڑ ماڑی کوڑ بَیسن ہار اُو
کوڑ سونا کوڑ رُوپا کوڑ پہنن ہار اُو
کوڑ کایا کوڑ کپڑ کوڑ رُوپ اپار اُو
کوڑ میاں کوڑ بی بی کھپ ہوئے کھار اُو
کوڑ کوڑے نہیہ لاگا وِسریا کرتار اُو
کِس نال کیجے دوستی سب جگ چلن ہار اُو
کوڑ مٹھا کوڑ ماکھیوں کوڑ ڈوبے پور اُو
نانک بکھانے بینتی تُدھ[2] باجھ کوڑا کوڑ اُو (۲ یعنی پرماتم ستیم۔ جگت متھیا)

شنکا سمادھان

موت سے چھٹکارا

(ایڈیٹر)

پرشن :- پیارے نند جی۔ جے سچدانند۔ جب سے رسالہ اوم جاری ہوا ہے۔ گویا سنہ ۱۹۳۵-۳۶ء سے میں اس کا خریدار چلا آ رہا ہوں۔ میں نے کئی پستکوں اور رسالہ جات کا مطالعہ کیا ہے۔ لیکن جو لطف مجھے رسالہ اوم کے پڑھنے سے ملتا ہے، وہ کہیں اور نظر نہیں آیا۔ خصوصاً آپ کی پستک شنکا سمادھان نے تو میری آنکھیں ہی کھول دی ہیں جس خوبی سے نیز آسان اور مدلل طریقہ سے آپ سوالات یعنی پرشنوں کا جواب دیتے ہیں، اُن سے تمام شنکائیں رفع ہو جاتی ہیں۔ میری آیو ۸۰ سال سے تجاوز کر چکی ہے۔ تقریباً تمام عمر ہی تندرستی کا آنند لیا ہے۔ لیکن کچھ عرصہ سے یہ شریر بیماریوں کا گھر بن گیا ہے، اور موت سامنے نظر آ رہی ہے۔ کبھی کھانسی، کبھی زکام، کبھی قبض، کبھی شریر میں دردیں، کبھی پیشاب کی زیادتی، شریر میں کمزوری، بڑھاپے اور بیماریوں نے جسم کو لاغر اور نحیف بنا دیا ہے۔ اب تو آپ کوئی ایسا سادھارن یعنی عام فہم نسخہ بتا دیں جس سے زندگی کے آخری ایام سُکھ اور شانتی سے گزریں۔ اور موت سے چھٹکارا مل جاوے۔ یعنی جنم مرن سے رہت ہو جاؤں مرنے کے بعد پھر جنم نہ ہو۔ کیونکہ سب سے بڑا دکھ تو بار بار جنم اور بار بار مرن کا ہی ہے۔

نیز یہ بھی تحریر فرماویں، کہ مرتے وقت کیا دھیان کرنا چاہیئے۔

آپ کا داس :- نرنجن داس مرواہ نئی دلّی۔ مورخہ ۱-۹-۷۷

اُتّر :- سنسار کا ہر ایک پرانی موت (مرتیو) کے زبردست شکنجہ میں جکڑا ہوا ہے۔ تمام جیو جنتو سنت مہاتما، دیوتا اور اوتار بھی اس موت سے نہیں بچ سکے۔ یہاں تک کہ جڑ پدارتھ، درخت، پہاڑ، میدان اور ندیاں بھی پرلے آنے پر نیست و نابود ہو جاتے ہیں۔ یہ ایک قدرتی نظام ہے۔ جو بھی اس سنسار میں پیدا ہوا، وہ نشچت سمے کے بعد ضرور فنا ہوگا۔ برہما، وشنو اور مہیش۔ پرماتما کی ادبھت شکتیاں جو اس برہمانڈ کی رچنا، پالن اور سنگھار کرنے والے دیوتا ہیں۔ نیز سورج، چندر اور نکھشتر سب کے سب ایک کلپ کے بعد پرماتما میں لین ہو جاتے ہیں۔ جس کو برہم کہا جاتا ہے۔

برہم ہی ہمیشہ قائم دائم رہنے والا ہے۔ یہ جنم مرن سے رہت ہے۔ اس کے گیان سے ہی منش مُکتی کو پراپت کر سکتا ہے۔ برہم شبد برھ دھاتو سے بنا ہے۔ جس کے معنی ہیں پھیلا ہوا یعنی سروویاپک

یہی سروویاپک پرماتما ہے۔ اور ست چت اور آنند سروپ ہے۔ یہ وِبھو ہے۔ سب کو استھان دینے والا کوٹستھ اور چیتن ہے۔ اسی سے ہی سب ظہور پذیر ہوئے ہیں، اور اسی میں ہی سما جاتے ہیں۔ اس کو کوئی پیدا کرنے والا نہیں۔ یعنی خدا، خود آ ہے۔ جنم مرن سے رہت ہے۔ اس کی مہما اپرم اپار ہے۔ درشیہ اور درشٹا تمام اسی کے روپ ہیں۔ درشیہ کی اپادھی کے کارن ہی اسکو درشٹا کا نام دیا جاتا ہے۔ ورنہ یہ نام روپ سے نیارہ ہے من، بدھ، چت، اہنکار، پانچ گیان اندریاں اور ان کے ابھیمانی دیوتا اور تمام پرکرتی یہ سب مل کر بھی اس سناتن اور شاشوت شکتی کو دیکھنے اور جاننے کے اسمرتھ ہیں۔ یہ خود ہی اپنے آپ کو جنا سکتا ہے یعنی ظاہر کر سکتا ہے۔ اس کی اپار کرپا سے ہی بدھی میں اس کا انوبھو ہوتا ہے۔

یہ بدھی اور من کا ساکھشی ہے۔ اس کی اپار شکتی سے ہی بدھی سوچ وچار اور نشچے کرتی ہے۔ من کا سنکلپ وکلپ کرنا بھی اسی پر نربھر ہے۔ تمام پرکرتی (مایا) اس کے آدھین ہے۔ جب یہ چاہتا ہے اپنی مایا شکتی سے سنسار رچ لیتا ہے اور جب چاہتا ہے۔ اس کو مکڑی کی طرح اپنے میں سب کو لین کر لیتا ہے۔ گویا اس کا ظہور پذیر ہونا یعنی سنسار کا پرگٹ کرنا اور پھر اس کو اپنے من میں ہی لین کر لینا ایک مداری کا کھیل ہے۔ کیونکہ اصلیت میں نہ کوئی پیدا ہوتا ہے اور نہ مرتا ہے۔ جیسے رسی میں سانپ کی کلپنا ہوتی ہے یا رسی میں موتیوں کی مالا نظر آتی ہے۔ لیکن رسی میں نہ سانپ کبھی بنا ہے اور نہ موتیوں کی مالا ہی ہوئی ہے۔ اور رسی جوں کی توں ویسے کی ویسے ہی پڑی ہے۔ سب کلپنا جیو کے اپنے من میں ہے۔ باہر کچھ نہیں ہے۔ اسی طرح اصلیت میں پرماتما (برہم) میں نہ یہ سنسار کبھی بنتا ہے اور نہ ناش کو پراپت ہوتا ہے۔ جیو نے اپنی کلپنا سے ——— ہی اس سنسار میں (جو کہ دراصل برہم کا ہی روپ ہے) جنمنا اور مرنا مان لیا ہے۔ جب یہ جیو آتم گیان دوارا اس کو جان لیتا ہے یا انوبھو کر لیتا ہے اور اپنی علیحدہ خودی (اہنکار) کو چھوڑ کر اس کے ساتھ ایک میک ہو جاتا ہے۔ تب جنم مرن روپی سنسار سے مکت ہو جاتا ہے۔ اس لئے اگر کسی نے موت کے پنجہ سے چھٹکارا حاصل کرنا ہے۔ تو آتم گیان کو حاصل کرے۔ پرکرتی میں موت ہے۔ اور یہی اَست۔ جڑ اور پرچھن روپ ہے۔ آتما (برہم) ست چت اور آنند روپ ہے۔ پرکرتی سے پرے ہو کر جو بھی اپنے سروپ کے ساتھ لگ جاتا ہے وہی جنم مرن روپی چوراسی لاکھ جونیوں سے چھٹکارا حاصل کر سکتا ہے۔ کرم روپی چکی میں دانے پیسے جا رہے ہیں۔ لیکن جو دانے کلی (ادھشٹھان برہم) کے ساتھ لگ جاتے ہیں۔ وہی نیک و بد یعنی اچھے اور برے کرموں کے دونوں پڑوں (نیچے اوپر کے دونوں پتھروں) سے بچ جاتے ہیں۔ اور سورگ نرک کی قید سے چھٹکارا پا جاتے ہیں اور امر ہو جاتے ہیں۔ موت ان کا کچھ بگاڑ نہیں سکتی۔ وہ موت کا بھی پران ہیں۔ یعنی یم راج کی بھی آتما ہیں۔ اسی لئے ہمارے رشیوں نے برہم ودیا کو ہی مقدم سمجھا ہے۔ ع "چلتی چکی دیکھ کر دیا کبیرا روئے ؛ دو پاٹن کے بیچ میں ثابت رہا نہ کوئی"

مہرشی باج شروا کا لڑکا نچکیتا۔ یم پوری میں جاتا ہے۔ یم راج اُس کو ترلوکی کا راج لینے کی فرمائش کرتا ہے۔ تمام ودیاؤں کو دیتا ہے۔ سورگ کا لالچ دیتا ہے۔ تمام ردھیوں سدھیوں کو ارپن کرنے کے لئے تیار ہے۔

لیکن نچکیتا سب کو ٹھکرا دیتا ہے اور کہتا ہے کہ اے گیانیوں میں شریشٹھ یم راج مجھے تم برھم ودیا کی بخشش کرو۔ مجھے ایسے پدارتھوں کی ضرورت نہیں ہے، جو ناش وان ہوں۔ مجھے سورگ کی بھی خواہش نہیں ہے کیونکہ اُس سے بھی واپس آنا پڑتا ہے۔

جب یم راج نے اُس چھوٹے سے رشی پتر کا تیاگ اور ویراگ دیکھا۔ تب اُس نے اس کو ودھی پوروک "برھم گیان" کا اُپدیش دیا۔ جو کہ کٹھ اُپنشد میں موجود ہے۔

اس لئے جو بھی منش موت کے پنجہ سے چھوٹنے کا خواہشمند ہو۔ اُس کو چاہیئے کہ وہ اِس مایاوی سنسار کو ناش وان۔ استّ اور جڑ سمجھ کر اُس سے ویراگ حاصل کرے۔ اپنے من اور اندریوں کو قابو کرکے اِن کو آتما میں لین کرے اور کسی شروتری برھم نیشٹھی مہاتما کی سیوا میں حاضر ہو کر اُن سے وید کے مہاواکیوں کا شرون کرے۔ پھر اُن کا ایکانت میں بیٹھ کر منن کرے۔ شرون اور منن کے بعد ایک چت ہو کر ندھیاسن کرے۔ یعنی اُس گیان کو اپنے انوبھو میں ڈھالنے کا ابھیاس کرے۔

مرتے وقت دھیان

مرتے وقت دھیان وہی ہو سکتا ہے۔ جس کا ابھیاس تمام عمر کیا گیا ہو۔ اُس وقت شریر کافی کمزور ہو جاتا ہے۔ زیادہ لوگ تو بے ہوشی کی حالت میں پہنچ جاتے ہیں، اور اُن کا من اپنے سنسکاروں کے سبب اپنے اندر ہی سورگ اور نرک کا درشیہ دیکھتا ہے۔ لیکن جن لوگوں نے یوگ آسن پرانا یام۔ دھارنا دھیان اور سمادھی کا ابھیاس کیا ہُوا ہوتا ہے۔ اُن کا من برھم رندھر ناڑی میں چلا جاتا ہے۔ اور وہاں اُس کو دیوتاؤں کے درشن ہوتے ہیں۔ بھگوان وشنو کے پارشد اُس کو اپنے ساتھ آدر پوروک لے جاتے ہیں، اور وہ سورگ کا انوبھو کرتا ہے۔

بھگوان کرشن نے گیتا ادھیائے ۸ شلوک نمبر ۱۲ تا ۲۰ میں آخری سمے جو ابھیاس کرنا چاہیئے۔ اس کا ورنن اِس طرح کیا ہے۔

सर्वद्वाराणि संयम्य मनो हृदि निरुध्य च ।
मूर्ध्न्याधायात्मनः प्राणमास्थितो योगधारणाम् ॥ गी॰ अ॰ ८ श्लो॰ १२

ओमित्येकाक्षरं ब्रह्म व्याहरन्मामनुस्मरन् ।
यः प्रयाति त्यजन्देहं स याति परमां गतिम् ॥ १३

ارتھ :- سب اندریوں کو روک کر اور من کو ہردہ میں قائم کرکے پھر اِس جیتے ہوئے من سے پران

کو مستک میں ستھاپت کر کے پرماتم سمبندھی یوگ دھارنا میں ستھت ہو کر جو پُرش ॐ (اوم) اس اکھشر روپ برہم کا اُچارن اور میرا (نرگُن برہم کا) چِنتن کرتا ہوا شریر کو چھوڑ جاتا ہے۔ وہ پرم گتی کو پراپت ہوتا ہے۔

تشریح :- اندریاں اس لئے دوار کہلاتی ہیں، کہ اُن کی راہ سے وِشیوں کا گیان ہوتا ہے۔ اندریاں دس ہیں۔ اور ان کے گولکوں کو بھی دوار کہا جاتا ہے۔ اندریوں کے دوار بند کرنے کا مطلب اندریوں کے وِشیوں کی طرف سے ہٹا کر انہیں ان کے اپنے اپنے گولکوں میں قائم کرنا ہے۔ یوگ شاستر میں اسے ہی "پرتیاہار" کہتے ہیں۔

کنٹھ اور نابھی کے درمیان مقام کا نام ہردیہ ہے۔ یہ من اور پران کا ستھان ہے۔ اس میں من لگانے سے من کی چنچلتا مِٹ جاتی ہے۔ من کے ذریعے پران کو اوپر جانے والی ناڑی کی راہ سے مستک میں ستھاپن کرنے سے وہاں من اور پران دونوں ٹھہر جاتے ہیں۔ اسی کو دھارنا بھی کہتے ہیں۔

یوگ دھارنا کے ساتھ "آتم" "شبد لگانے کا مطلب یہ ہے کہ یہ دھارنا آتم سروپ برہم کی دھارنا ہے۔ کسی اور دیوتا یا پرکرتی کی اُپاسنا نہیں۔

"اوم" کو اسم ذات مانا گیا ہے، اور برہم پراپتی کے لئے من سے اس کا اُچارن اور چنتن کا اُپدیش کیا گیا ہے۔ مہرشی پاتنجلی کہتے ہیں۔ ؎

तस्य वाचकः प्रणवः। तज्जपस्तदर्थ भावनम् ॥

اُس کا نام پرنو (اوم) ہے۔ اوم کا جپ کرتے ہوئے اس کے ارتھ برہم کا چنتن کرنا چاہیئے۔ نام اور نامی کو ابھید مانا گیا ہے۔ نام کے من میں بس جانے پر نامی بھی من میں بس جاتا ہے۔

انت کال میں جو پُرش اس پرکار اوم کے جپ اور چنتن دوارا برہم کا دھیان کرتا ہوا شریر تیاگ کرتا ہے۔ وہ پرم پد (نرگُن برہم موکش) کو پاتا ہے۔

मामुपेत्य पुनर्जन्म दुःखालयम शाश्वतम् ।
नाप्नुवन्ति महात्मानः संसिद्धिं परमागताः ॥ १५

ارتھ :- پرم سدھی کو پائے ہوئے مہاتما لوگ مجھے پراپت ہو کر دکھوں کے گھر اور پل چھن میں ناش ہو جانے والے پُنر جنم کو نہیں پراپت ہوتے۔ (گیتا ادھیائے ۸ شلوک ۱۵)

تشریح :- پرم سدھی وہ ہے۔ جسے پاکر اس سے آگے اور کچھ پانے کا نہ رہ جاوے۔ بھگوان کی پراپتی ہو جانے پر اور کچھ پانے کا رہ نہیں جاتا۔ اس پرم سدھی کو پانے والے لوگ ہی مہاتما کہلاتے ہیں۔

اس شلوک میں بتلایا گیا ہے کہ بھگوت پراپتی سو روپ پرم سدھی کو پا لینے پر، پھر پُنر جنم (دوسرا جنم) جو دکھوں کا گھر اور فانی ہے، نہیں ہوتا۔ پُنر جنم کو دکھ کا گھر اس لئے کہا گیا ہے، کہ اس میں جنم، بڑھاپے اور

موت کا دُکھ ہونے کے علاوہ سُکھ دینے والے وِشے بھی انجام کار دُکھ ہی پیدا کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ سُکھ دائیک چیزوں کے حصُول اور حفاظت کے لئے بھی کئی طرح کے کشٹ اُٹھانے پڑتے ہیں، اور پھر ان چیزوں کے فنا اور جُدا ہونے پر ان کے ساتھ اپنی لگاوٹ کے باعث بھی دُکھ ہوتا ہے۔ نیز ہر ایک جیو پر خطرات اور موت کا خوف سدا سوار رہا کرتا ہے۔

अन्तकाले च मामेव स्मरन्मुक्त्वा कलेवरम्।
यः प्रयाति स मद्भावं याति नास्त्यत्र संशयः ॥ ५ ॥

جو پُرش انت کال میں مجھے ہی یاد کرتا شریر کو تیاگ کر جاتا ہے۔ وہ میرے ساکشات سُوروپ کو پراپت ہوتا ہے۔ اس میں کچھ بھی سندیہہ نہیں ہے۔

यं यं वापि स्मरन्भावं त्यजत्यन्ते कलेवरम्।
तं तमेवैति कौन्तेय सदा तद्भावभावितः ॥ ६ ॥

ارتھ:۔ ہے کُنتی پُتر ارجن! یہ مَنش انت کال میں جس جس بھاؤ کو سمرن کرتا ہُوا شریر چھوڑتا ہے۔ وہ اُس اُس بھاؤ کو ہی پراپت ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ سدا اُسی بھاؤ سے بھاوت ہوتا ہے۔

تشریح:۔ اس شلوک میں بتایا گیا ہے، کہ کیول بھگوت پراپتی کی ہی بات نہیں۔ مَنش جس کسی بھاو میں مگن ہو کر شریر چھوڑتا ہے، وہ اُسی بھاو کو ہی پراپت ہوتا ہے۔ اس سوال کے جواب میں کہ مرتے وقت کوئی راجہ ہونے کا خیال کرے گا، تو کیا وہ اگلے جنم میں راجہ بن جائے گا؟ اور کیا گیانی ہونے کا خیال کرے گا تو کیا گیانی ہو جائے گا؟ بتلایا گیا ہے کہ انسان عمر بھر جس بھاو سے بھاوت اور جس خیال میں لگا رہتا ہے۔ انت کال میں وہی بھاو ہی یاد آ سکتا ہے، اور اس لئے جو شخص نیکی اور پاکیزگی کی زندگی بسر نہیں کرتا یا لگاتار بھگوت سمرن نہیں کرتا وہ انت سمے نہ تو نیکی اور پاکیزگی کے خیالات میں مگن ہو سکتا ہے۔ اور نہ بھگوت سمرن میں محو ہو سکتا ہے۔ کیونکہ موت کے سمے شعوری ذہن کی بجائے تحت الشعوری ذہن SUB CONCIOUS MIND غالب ہوتا ہے۔ اور وہ عادتاً کام کرتا ہے ارادتاً نہیں (جیسا کہ سوپن اوستھا میں) اس لئے زندگی میں جو عادات پُختہ ہو چکی ہیں۔ انت کال میں شعوری ذہن ان کے مطابق ہی جذبات و خیالات رکھے گا۔ سنسکار ہی انت سمے مَن کی اوستھا کا فیصلہ کرتے ہیں۔

کوٹ کوٹ مَن جتن کراہیں ۔ انت رام کہہ پاوت ناہیں

گوربانی ۔ (گورو گرنتھ (ہندی) صفحہ ۵۲۶:۔

انت کال جو لچھمی[1] سمرے ۔ ایسی چنتا میں جو مرے ۔ سرپ جُون وَل وَل[2] اُترے
اری بائی گوبند نام مت وِسرے

---

[1] دھن پدارتھ ۔ [2] بار بار جنم لیوے ۔

رہاؤ

اَنت کال جو اِستری سِمرے - اَیسی چِنتا مِیں جو مرے - ویسوا[۱] جُوُن وَل وَل اُترے

اَنت کال جو لڑکے سِمرے - اَیسی چِنتا مِیں جو مرے - سُوکر[۲] جُوُن وَل وَل اُترے

اَنت کال جو مندر[۳] سِمرے - اَیسی چِنتا مِیں جو مرے - پریت[۴] جُون وَل وَل اُترے

اَنت کال جو نارائن سِمرے - اَیسی چِنتا مِیں جو مرے - وِدَت[۵] تلوچن تے نرُمکتا

پیتامبر وا کے ہردے وسے

مہاپُرشوں کا اَنت کال

جن مہاپُرشوں کا اَنتہ کرن شدھ ہوتا ہے - اُن کو اپنی مرتیو کے متعلق پہلے ہی معلوم ہو جاتا ہے - چنانچہ سوامی رام تیرتھ جی مہاراج نے اپنے شریر کو گنگا جی کی لہروں میں بمقام ٹہری ریاست گڑھوال میں مورخہ ۱۷ اکتوبر ۱۹۰۶ء بروز شکروار ۱۲ بجے دن کے دیوالی کے روز بہا دیا۔ تو اُنہوں نے موت کے نام ایک سندیش لکھا۔ جو کہ اُن کے شِشیہ شری سوامی نارائن جی کو اُن کے کاغذات سے ملا جس کو اُنہوں نے کُلیاتِ رام حِصّہ دوم صفحہ ۳۰۵ پر فوٹو کراکر چھپوا دیا۔ اُسکی نقل ہم ناظرین کی سیوا میں پیش کرتے ہیں -

"اِندر، رُدر، شرت، برھما، وِشنُو، شو، گنگا، بھارت -

" اَو موت! بیشک! اُڑا دے اِس ایک جسم کو۔ میرے اور اجسام ہی مجھے کم نہیں ۔ صرف چاند کی کرنیں، چاندی کی تاریں پہن کر چین سے کاٹ سکتا ہوں۔ پہاڑی ندی نالوں کے بھیس میں گیت گاتا پھروں گا۔ بحرِ مواج کے لباس میں لہراتا پھروں گا۔ مَیں ہی بادِ خوشخرام، نسیم مستانہ گام ہُوں ۔ میری یہ صُورت سیلانی ہر وقت روانی میں رہتی ہے ۔ اِس رُوپ میں پہاڑوں سے اُترا۔ مرجھاتے پودوں کو تازہ کیا۔ گلوں کو ہنسایا، بلبل کو رُلایا، دروازوں کو کھڑکھڑایا۔ سوتوں کو جگایا۔ کِسی کا آنسو پونچھا۔ کسی کا گھونگھٹ اُڑایا، اِس کو چھیڑ، اُس کو چھیڑ، تجھ کو چھیڑ، وہ گیا، وہ گیا، نہ کچھ ساتھ رکھا، نہ کسی کے ہاتھ آیا۔"

سوامی رام تیرتھ جی کے پرم شِشیہ شری ۱۰۸ سوامی گوبند آنند جی مہاراج نے اپنے شریر کو چھوڑنے سے ایک دن پہلے بمقام لائل پور ۲۱ مگھر سمت ۱۹۹۵ بکرمی شام کو اپنے رات کے ست سنگ میں اپنے پریمی بابو مہر چند جی دُوآ سے اپنی مندرجہ ذیل نظم کو سُر راگ میں پڑھ کر

۱۔ ویشیا۔ بازاری عورت۔ ۲۔ سُؤر۔ ۳۔ مکانات اور زمین۔ ۴۔ بھوت پریت کی یونی۔ ۵۔ بھگت ترلوچن جی فرماتے ہیں کہ جو انت سمے بھگوان نارائن (پیتامبر دھارن کرنے والے بھگوان کرشن) کا ہردے میں دھیان کرتے ہیں۔ وہی بھگت جن مکتی کو پراپت ہوتے ہیں۔

سُنانے کو کہا ہے۔

دُنیا کیا ہے یارو۔ دھوکے کا یہ مکاں ہے
آتا اُدھر سے کوئی جاتا اِدھر سے کوئی
صُبح چمن میں پھُولوں کی ہوتی بہار کیسی
یہ سبز باغ دُنیا سُندر نظر جو آتا
ہم تم یہ اور باقی سب کوُچ کرنے والے
جاگو بہت ہو سوئے غفلت کی نیند چھوڑو
کر ترک گریہ زاری بیٹھو صبر سے کو مند

جس کو ہو ساچ سمجھے جھُوٹا یہ سب جہاں ہے
مانند ریل گاڑی ہر دم ہی یہ رواں ہے
جب شام آکے پہنچے سر پر کھڑی خزاں ہے
نقشہ ہے خواب سارا اِس میں نہ شک گماں ہے
وہ دن ہے آنے والا۔ نے نام و نے نشاں ہے
ہے کوُچ کا سمے اب گھڑیال کا بیاں ہے
مت فیل ہوتا اِس میں یہ وقت اِمتحاں ہے

دیگر

جدھر دیکھتے ہیں جہاں دیکھتے ہیں!
گدا دیکھتے یا کہ شاہ دیکھتے ہیں
جوان پیر و بچہ میں ہر وقت ہی
کوئی صُبح جاتا کوئی شام کو
جو آیا یہاں پر وہ رہنے نہ پایا!
ہے آباد دُنیا کا عالم یہ سارا
جسے لوگ سمجھے مقامِ بقا ہیں
جو رکھتے تھے لاکھوں خزانے نہاں میں
لیا توشۂ عاقبت کا چلا جو

عدم کی طرف سب رواں دیکھتے ہیں
مسُافر یہ سارے سراں دیکھتے ہیں
چلا چل کا شور و فغاں دیکھتے ہیں
دو پہرے کسی کا چلاں دیکھتے ہیں
سبھی کوُچ کرتے میاں دیکھتے ہیں
نہ رہتا یہاں جسم و جاں دیکھتے ہیں
وہ عالم فنا بے گماں دیکھتے ہیں
چلے ہاتھ خالی عیاں دیکھتے ہیں
وہی مردِ دانا زماں دیکھتے ہیں

تیاری کرو تم بھی اَے بُلبُلِ دل
چلی ہے بہار اَب خزاں دیکھتے ہیں

دُوسرے دن دوپہر کا بھوجن رائے صاحب لالہ پھولا رام جی کے ہاں بنگالی مہاتما شری سوامی تیتو رام جی سرسوتی کے ہمراہ طعام فرمایا۔ مگر ایک گھنٹہ بعد آپ کی طبیعت میں کچھ بگاڑ پیدا ہوگیا۔ حالانکہ غذا بالکل سادہ اور ساتوکی تھی۔ صرف شریر کے لئے ایک بہانہ تھی۔ چند جُلاب آئے، ایک دو قے آئی۔ مگر جب تک شریر میں طاقت رہی۔ کچھ ست سنگی جنوں کے سوال کے جواب میں اُپدیش ہو رہا تھا۔ اُپدیش کے آخری اِلفاظ بہت جوشیلے اور گھمبیر تھے۔ اور یم راج کو ڈانٹ دی جا رہی تھی۔

"اے یم راج! تو میرا کیا بگاڑ سکتا ہے۔ میرا شُدھ سروپ تو تیرے پنجے سے باہر ہے۔

شریر کو تو پہلے ہی چھوڑ رکھا ہے۔ اور اِس کا اب ہمارے ساتھ کوئی ناطہ نہیں، اور نہ ہی اس کی کوئی ضرورت ہے۔ اِس کے دوارا گرہست بھی دیکھ لیا۔ ۳۸ برس سنیاس کا بھی خوب آنند لیا۔ دیش کی بھی خوب سیر کی۔ اس سے کئی جگیا سوؤں کی پرمارتھک سیوا بھی ہو چکی۔ اِس کے دوارا شروَن، منن، ندھیاسن اور ساکشاتکار کا بھی آنند پراپت کر لیا۔ جیون مکتی کا پرم سکھ بھی لوٹا۔ اب اِس کی کوئی اِچھا بھی باقی نہیں رہی۔ لے جا۔ بیشک اِس کو لے جا۔ ہمیں اب تیرا کوئی خوف نہیں۔"

اِن لفظوں کے خاتمہ کے ساتھ سنگت کو برخاست کر دیا۔ آپ نے اوم، اوم، اوم اُچارن کیا۔ ایک دو ہچکی لی، اور وِدیہہ بھاو کو پراپت ہو گئے، اور جیوتی سے جیوتی مِل گئی۔

جس گیانی نے اپنے آپ کو شُدھ سروپ آتما انوبھو کر لیا ہے اور جو جگت کو نقشۂ خواب کی طرح جھوٹا محسوس کرتا ہے، وہ آواگون کے بندھن سے چھوٹ جاتا ہے۔ اندریوں سے پرے من ہے۔ من سے پرے بُدھی ہے۔ بُدھی سے پرے مہت یا ہرنیہ گربھ ہے۔ ہرنیہ گربھ سے پرے سامیہ اوستھا والی مایا ہے۔ یہاں تک سب مایا کا کارخانہ ہے۔ اِن سب سے پرے گیان سروپ آتما ہے۔ سب مایاوی چیزیں محدود ہیں۔ پُرش گیان سروپ ہونے کی وجہ سے غیر محدود دیاوپک ہے، اور اسنگ ہے۔ اِس سچدانند برھم کو جان کر یعنی اپنا آپا محسوس کر کے آدمی مُکت اور لافانی ہو جاتا ہے۔ کیونکہ بندھ اور موت مایاوی نام وصورت والی چیزوں میں ہے۔ برھم بھاو کے واسطے قلب کی صفائی اور دھیان ضروری چیز ہے۔ جب بُدھی نشچل ہو جاتی ہے، تو گیان کی بے حرکت حالت پرم گتی یا موکش کہلاتی ہے۔

مَن میں جتنی کامنائیں ہیں، وہ سب جب وقت جاتی رہتی ہیں، اُس وقت اِنسان غیر فانی یعنی موت کو جیت لیتا ہے، اور برھم کو پہنچتا ہے۔ اِنسان کے برھم بھاو یا گیان ہونے کی علامت یہ ہے، کہ اِس کے مَن میں سنکلپ بکلپ یا کامنائیں نہ اُٹھیں۔

دِل میں سے اعصاب یا ناڑیاں (NERVES) ایک سو ایک نکلتی ہیں۔ اِن میں سے یوگی لوگ تین کو مُکھیہ مانتے ہیں۔ ایڑا اور پنگلا کے درمیان سُشمنا ناڑی ہے۔ ابھیاسی لوگ اِس ناڑی میں پران چڑھانے کی مشق کیا کرتے ہیں۔ مرتے وقت جو اپنے پران اِس ناڑی کے راستے اُوپر چڑھا کر چھوڑتا ہے۔ وہ دیوتا بھاو کو پہنچتا ہے۔ کلپ کے آخیر تک اُونچے لوکوں میں نواس کرتا ہے۔ آخر برھم لوک میں اُس کو دیوتا روپ کوئی آچاریہ برھم کا اُپدیش دے کر موکش کے راستے پر ڈال دیتا ہے۔

اگیانی پُرشوں کے پران دُوسری ناڑیوں سے نکلتے ہیں، اور وہ گربھ میں جا کر یا تو آدمی بنتے ہیں یا جانور، درخت وغیرہ۔ سُشمنا ناڑی سے دیویان کو جانا اور کرم موکش سے کلپ کے آخیر میں برھم بھاو کو پہنچنا اعلےٰ درجے کے کرم کانڈیوں، اُپاسکوں اور یوگیوں کا راستہ ہے۔ گیانی کو چونکہ اِتنے عرصہ دراز تک مایا کے کارخانے میں رہنا منظور نہیں ہے۔ اِس واسطے اِس کو جیتے جی ہی آتم ساکشاتکار کی ضرورت

ہے۔ اس لئے گیانی کو چاہیئے کہ اپنے آتما کو اس ناشوان اور پرکرتی کے بنے ہُوئے شریر سے اس طرح الگ کر لے، جس طرح مُونجھ سے سینک یعنی سَن کو الگ کر لیا جاتا ہے۔

قلب انسانی میں گیان سروپ آتما رہتا ہے۔ جو اصلی انسان ہے۔ اسی کو اپنی ذات حقیقی سمجھنا چاہیئے۔ نہ کہ جسم اندریوں، پرانوں، مَن اور بُدھی کو۔ ان سب سے اس کو علیحدہ کر کے اس طرح نکالو، جس طرح مونجھ کے خول اُتار لیں، تو سینک (سَن) اندر سے نکل آتی ہے۔ گویا اندرونی آتما ہی ہماری ذات اصلی ہے۔ اور اس پر استھول اور سُوکھشم جسموں (شریروں) کے خول چڑھے ہُوئے ہیں۔ خولوں کا خیال چھوڑ کر یہ وچار کرنی چاہیئے، کہ میں جسم نہیں بلکہ آتما ہُوں۔ میں ست۔ چت آنند سروپ آتما ہُوں، جو کہ لافانی ہے۔ جس کا ایسا نشچہ موت کے وقت بھی بنا رہتا ہے۔ وہ جنم مرن رُوپی چکر سے چھُوٹ جاتا ہے۔ اُس کے پران اوپر نہیں اُٹھتے بلکہ یہیں لَے ہو جاتے ہیں۔ یعنی اُس کا سُوکھشم شریر نہیں رہتا۔ جس سے وہ کسی لوک میں جائے۔ مرتے ہی وہ یہ موکش کو پہنچ جاتا ہے۔ رہے اگیانی۔ ان میں سے بعض دیویان یا دیوتاؤں کے راستے سے اُونچے لوکوں میں چڑھتے ہیں۔ اور پھر اس دُنیا میں واپس نہیں آتے۔ بعض پتریان یعنی پتروں کے راستے پتری لوک وغیرہ میں جاتے ہیں۔ اور کچھ عرصہ وہاں رہ کر پھر اس دُنیا میں واپس چلے آتے ہیں۔ اور جو ان دونوں راستوں سے واقف نہیں ہیں، اُنہیں لوک پرلوک میں جانا نصیب نہیں ہوتا۔ وہ مر کر نیچے درجے کے آدمیوں یا کیڑے مکوڑوں کی جُونوں میں پیدا ہوتے ہیں۔ اُنہیں تینوں راستوں کی شہادت روزمرّہ شمشانوں میں ملتی ہے۔ جہاں مُردے پھُونکے جاتے ہیں۔ چتا میں سے روشن شعلے اوپر اُٹھتے ہیں اور اُٹھ کر پھر نیچے نہیں آتے۔ تاریک دھُواں بھی اُٹھتا ہے۔ مگر اُٹھ کر پھر نیچے چلا جاتا ہے۔ ہڈیوں کی راکھ وغیرہ اوپر اُٹھنے ہی نہیں پاتی۔ مرنے کے بعد یہی تینوں راستے ہیں۔ ایک سے پھر اس دُنیا میں بازگشت نہیں ہے کچھ جیو آتما شعلوں کے ساتھ اپنا تعلق پیدا کر کے روز روشن اور روز روشن سے سُورج لوک کو پہنچ جاتے ہیں۔ دُوسرے دھُواں کے ساتھ تعلق پیدا کرتے ہیں۔ یہ چندر لوک کو چلے جاتے ہیں۔ اور تیسری قسم کے جیو اپنا تعلق راکھ سے پیدا کر کے یہاں اسی زمین پر کیڑے مکوڑوں کی یونیاں دھارن کرتے ہیں۔ جو لوگ پنچ اگنی ودّیا جانتے ہیں۔ وید اور شاستروں کے مطابق یگیہ دان اور تپ کرتے ہیں۔ مہاپُرشوں کے ست سنگ میں جا کر برہم ودّیا کو حاصل کرتے ہیں، اور تمام عُمر نیک کرم کرتے ہیں، بُرے کرموں سے نفرت کرتے ہیں۔ ایسے لوگ ہی دیویان سڑک پر گامزن ہوتے ہیں، اور اُترائن مارگ کو جاتے ہیں۔ دُوسری قسم کے لوگ جو یگیہ دان تپ، دیوتاؤں اور پتروں کا پُوجن سکام بھاؤ سے کرتے ہیں۔ وہ پتریان مارگ کو اپناتے ہیں۔ وہ دھُوئیں کی طرف جاتے ہیں۔ دھُوئیں سے رات کو۔ رات کو اندھیرے پندرھواڑے یعنی کرشن پکش کو۔ اندھیرے پندرھواڑے سے چھ دکشنائین مہینوں کو۔ ان مہینوں سے پتری لوک سے چاند کو۔ چاند سے سُورگ

لوک کے بھوگ کر جب کرم ختم ہونے پر واپس پھرتے ہیں تو پہلے آکاش میں آتے ہیں۔ آکاش سے ہوا میں۔ ہوا سے بارش میں۔ بارش سے زمین میں۔ زمین پر پہنچکر اناج بنتے ہیں۔ پہلے مرد روپ اگنی میں ہوم کئے جاتے ہیں۔ پھر عورت روپ اگنی میں پیدا ہوتے ہیں۔ اس طرح ایک لوک سے دوسرے لوک میں جانے والے یہ جیو جنم مرن کے چکر کاٹتے ہیں۔ جو ان دونوں راستوں کو نہیں جانتے اور نشدھ کرم کرتے ہیں، وہ کیڑے مکوڑے اور مچھر بنتے ہیں۔ گویا اچھے کرموں سے سُورگ، بُرے کرموں سے نرک، اور اتی نشدھ پاپ کرموں سے نرک کے بعد کیڑے مکوڑوں کی یونیاں ملتی ہیں۔ اس لئے واجب ہے کہ انسان آتم گیان کو پراپت کرکے جنم مرن روپی سنسار سمندر سے پار ہو کر مکتی کو پراپت کرلے۔ شری سوامی شنکر آچاریہ جی اپنی پستک وویک چوڑامنی میں فرماتے ہیں:-

जन्तूनां नरजन्म दुर्लभमतः पुंस्त्वं ततो विप्रता ।
तस्माद्वैदिक धर्म मार्ग परता विद्वत्त्वमातपरम ।
आत्मानात्म विवेचनं स्वनुभवो ब्रह्मात्मना संस्थिति –
मुक्तिर्नो शतकोटि जन्मसु कृतैः पुण्यैर्विना लभ्यते ।। 2 ।।

جیووں کے لئے پہلے تو منش جنم کو پراپت کرنا ہی دُرلبھ ہے۔ اُس سے بھی پُرش ہونا، اُس سے بھی کسی شریشٹھ براہمن کے گھر میں پیدا ہونا کٹھن ہے۔ براہمن ہونے سے بھی ویدک دھرم کا انوگامی ہونا اور اُس سے بھی وِدوان ہونا کٹھن ہے۔ یہ سب کچھ ہونے پر بھی آتما اور اناتما کا وویک اور انوبھو۔ برہم آتم بھاو سے ستھتی اور مکتی۔

یہ تو کروڑوں جنموں میں کئے ہوئے شُبھ کرموں کے کئے بنا پراپت ہو ہی نہیں سکتے۔ منش ہونا، مکتی کی خواہش کا ہونا اور مہان پُرشوں کا سنگ۔ یہ تینوں ہی دُرلبھ ہیں۔ جن پُرشوں کو یہ تینوں ہی دُرلبھ دستوئیں پراپت ہوں، اور وہ پھر بھی آتما کی مکتی کے لئے کوشش نہ کرے، تو ایسا شخص آتم گھاتی ہے۔ گویا وہ اپنے آپ کا ناش کر رہا ہے۔

چونکہ مرتیو (موت) سے پار ہونے کا صرف ایک ہی سادھن ہے۔ "برہم گیان" اس لئے ہر سمجھدار منش کو برہم گیان پراپت کرکے اپنے منش جنم کو سپھل بنانا چاہیئے۔ یہی موت سے چھٹکارا پانے کا سادھن ہے۔

بھئی پراپت مانکھ دیہہ ہریا۔ گوبند ملن کی ایہہ تیری بریا
اور کاج تیرے کتے نہ کام۔ مل سادھ سنگ بھج کیول نام

گوربانی محلہ ۵

جگ میں جیون ہے تھوڑا

(مہاتما شہنشاہ جی مہاراج)

جگ میں جیون ہے تھوڑا۔ اے مُوڑھ تجھے کچھ یاد بھی ہے
کس کارن تُو آیا یہاں۔ اور کرتا ہے کیا کچھ سوچ سمجھ
گربھ میں کیا اِقرار کیا۔ اے مُوڑھ تجھے کچھ یاد بھی ہے
رات دِناں وِشیّن میں رم کر۔ رام کو مُورکھ بھُول گیا
کہے گا کیا جب ہو بولو رام۔ اے مُوڑھ تجھے کچھ یاد بھی ہے
جن کو کہے اپنا اپنا وہ تو ہاتھ سے تجھ کو پھُونکیں گے
پھر کون کرے گا سہائے تیری۔ اے مُوڑھ تجھے کچھ یاد بھی ہے
اب بھی کاہے نہ چیت کرے۔ جو انت پہ رونا پڑے تجھ کو
انت میں سُدھ سب بسر جائے۔ اے مُوڑھ تجھے کچھ یاد بھی ہے
کام کرودھ کا جال بِچھا کر۔ کال تاک میں ہے تیرے
موہ کی نیند میں سویا ہے۔ اے مُوڑھ تجھے کچھ یاد بھی ہے
گئی سو گئی اب راکھ رہی کو۔ رہی سہی میں ہی کام بنا
نہیں یہ بھی جائے جیسے پہلے گئی۔ اے مُوڑھ تجھے کچھ یاد بھی ہے
پربھو سے پریت بڑھا مُورکھ۔ جو آد انت اِک رس ہی رہے
دو دِن جگ کی پریت رہے۔ اے مُوڑھ تجھے کچھ یاد بھی ہے
رنک جو تُو ہر کو سمرے۔ اِک پل میں تجھے شہنشاہ کر دے
دُنیا نے راجا رنک کیے۔ اے مُوڑھ تجھے کچھ یاد بھی ہے

بھکھاری

ضروری نویدن

"اُوم" کے خریدار صاحبان توجہ دیں

۱۔ جن اصحاب کے سابقہ چندہ کی میعاد ۳۱ دسمبر ۱۹۷۷ء یعنی سالنامہ "شانتی انک" جنوری ۱۹۷۸ء کے شائع ہونے سے پیشتر ختم ہوتی ہے۔ اُن کی سیوا میں چھپی ہوئی چٹھی (اطلاع میعاد خریداری ختم) ماہ نومبر میں بھیجی جا چکی ہے۔ وہ کرپا کر کے اپنا سالانہ چندہ بذریعہ منی آرڈر جلد از جلد بھجوا دیں۔ منی آرڈر بہر صورت ۵ دسمبر ۱۹۷۷ء سے پیشتر کرا دینا ضروری ہے، تاکہ سالنامہ کے شائع ہونے سے پہلے ہمیں مل جاوے، تاکہ ہمیں وی۔پی نہ کرانا پڑے ـــــــ سالانہ چندہ بذریعہ منی آرڈر اٹھائیس روپے مقرر ہے۔ لیکن وی۔پی منگوانے پر چار روپے زائد ہیں۔ ہر ایک خریدار کو اِس رعایت سے فائدہ اُٹھانا چاہیئے۔

۲۔ جن اصحاب کا چندہ ہمیں ۲۰ دسمبر ۱۹۷۷ء تک نہ ملے گا۔ اُن کی سیوا میں "شانتی انک" بذریعہ وی۔پی ارسال کیا جاوے گا۔ ممکن ہے کہ کچھ اصحاب کا منی آرڈر ہمیں دیر سے ملے، اور ہم سالنامہ وی۔پی کر چکے ہوں۔ ایسی صورت میں وی۔پی وصول کر لینا ہی مناسب ہے۔ تاکہ "شانتی انک" جو کہ ایک قیمتی پُستک ہوگی آپکو محفوظ مل جاوے۔ ہم منی آرڈر کی دوبارہ وصول شدہ رقم واپس کر دیں گے۔ اطمینان فرما دیں۔

۳۔ منی آرڈر بھیجتے وقت منی آرڈر کوپن پر اپنا نام اور پورا پتہ خوشخط اُردو، انگریزی دونوں زبانوں میں لکھ دلویں، اور اپنا خریداری نمبر بھی ضرور لکھیں۔ اگر خریداری نمبر یاد نہ ہو، تو یہ ضرور لکھیں کہ "مَیں پُرانا خریدار ہوں"۔ ورنہ غلطی سے دوبارہ وی۔پی ہو جائے گا۔ اور اگر نئے خریدار ہیں تو یہ ضرور لکھیں کہ "مَیں نیا خریدار ہوں"۔ منی آرڈر رسالہ "اوم" دلّی کے نام پر بھیجیں کسی ذاتی نام پر ہرگز ارسال نہ کریں۔ اگر دلّی کا چیک بھیجنا ہو، یا بنک ڈرافٹ بھیجنا ہو تو "اوم" دلّی (THE "OM" DELHI) کے نام بھیجیں۔ دلّی کے باہر کا چیک ارسال نہ کریں یا چار روپے بنک کمیشن علاوہ چندہ میں شامل کریں۔ چونکہ منی آرڈر بھیجنے میں آسانی اور بچت رہتی ہے۔ اِس لئے رقم چندہ بذریعہ منی آرڈر ہی ارسال کریں ـــــــ ۴۔ سالنامہ "شانتی انک" بابت جنوری اور فروری ۱۹۷۸ء دو ماہ کا مشترکہ پرچہ ہوگا۔ ماہ فروری میں کوئی علیحدہ پرچہ شائع نہیں ہوگا۔ "شانتی انک" مورخہ ۲۹ دسمبر ۱۹۷۷ء کو نہایت پابندیٔ وقت کے ساتھ شائع ہو جاوے گا۔ اگر آپکو وقت پر نہ ملے، تو ۱۰ تاریخ کے بعد اور ۱۵ جنوری ۱۹۷۸ء سے پیشتر ہمیں مطلع کر دیں۔ ہم دوبارہ پرچہ مفت بذریعہ رجسٹری اڑھائی روپے ڈاک خرچ کے لئے وی۔پی بھیج دیں گے۔ جن اصحاب کی شکایت ۲۰ جنوری ۱۹۷۸ء کے بعد ملے گی، اُن کو یہ سالنامہ قیمتاً ہی مل سکے گا۔

۵۔ جو سجن کسی وجہ سے آئندہ خریدار نہ رہنا چاہتے ہوں، وہ برائے مہربانی ہمیں بذریعہ پوسٹ کارڈ فوراً مطلع کر دیں، تاکہ نئے سال کا سالنامہ اُن کو وی۔پی نہ بھیجا جاوے۔ پتہ تبدیلی کی اطلاع ۲۰ دسمبر سے پیشتر ہمیں مل جانا چاہیئے۔ ورنہ پرچہ کی گم شدگی کے ہم ذمہ وار نہ ہوں گے۔ ـــــــ "مینجر"

نام سمرن!

از قلم پنڈت ست پال جی بھاردواج

"اوم" (ॐ) بھگوان کا سب سے اُتم نام ہے۔ اور اُس کی مہما اتنی زیادہ ہے کہ بھگوان کی طرح اُس کو بیان کرنا ممکن نہیں۔ ویدوں میں جتنے منتر آتے ہیں۔ وہ سب اوم کے ساتھ شروع ہوتے ہیں۔ اور شریمد بھگوت گیتا کے مطابق دان اور تپ کے سب کرم ہمیشہ "اوم" کہہ کر شروع کئے جاتے ہیں۔ "اونکار" بھی "اوم" کا ہی دوسرا نام ہے۔ اور گورو گرنتھ صاحب میں ہر شبد "اِک اونکار" کہہ کر شروع کیا گیا ہے۔ اِس لئے مہا پُرشوں کا کہنا ہے کہ "اوم" کا جاپ سب سے آسان اور سب سے زیادہ لابھ دائک ہے۔

اب میں آپ کی توجہ شریمد بھگوت گیتا کے آٹھویں ادھیائے کی طرف دِلانا چاہتا ہوں۔ جس میں بھگوان کرشن نے ارجن کو ہر وقت سمرن کرنے کا اُپدیش دیا ہے۔

شلوک نمبر ۵:- جو پُرش مرتے سمے میرا سمرن کرتا ہُوا شریر کو چھوڑتا ہے۔ وہ مجھ کو ہی پا لیتا ہے۔ اِس میں کچھ بھی شک نہیں۔

شلوک نمبر ۶:- ہے ارجن! کوئی پُرش مرتے وقت جس بھی سروپ کا سمرن کرتا ہُوا شریر کو چھوڑتا ہے۔ اُس کے دھیان میں لگا ہُوا وہ اُسی سروپ کو پا لیتا ہے۔

شلوک نمبر ۷:- ہے ارجن! اِس لئے تجھ کو چاہئیے کہ تُو یُدھ کر، اور ساتھ ہی ہر دم میرا سمرن کرتا رہ۔ اپنے من اور بُدھی کو میرے اَرپن کرتا ہُوا تو مجھ کو ہی پا لے گا۔ شک نہ کر۔

شلوک نمبر ۸:- ہے ارجن! یوگ کے ابھیاس میں لگے ہُوئے اور کسی دُوسری طرف نہ جانے والے من کے دوارہ میرا سمرن کرنے والا پُرش پرکاش سروپ اور الوکک پُرش (مجھ پرماتما) کو پا لیتا ہے۔

شلوک نمبر ۱۲-۱۳:- سب اندریوں کے وِشیوں پر قابو پا کر، من کو آتما پر جما کر اور اپنے پرانوں کو مستک میں ٹھہرا کر یوگ کے ابھیاس میں لگا ہُوا جو پُرش ایک اکشر والے پاربرہم کے سروپ "اوم" کا سمرن کرتا ہُوا اور مجھے یاد کرتا ہُوا شریر کو چھوڑتا ہے، وہ مُکتی کو پا لیتا ہے۔

شلوک نمبر ۱۴:- جو پُرش کسی اور طرف نہ جانے والے من سے لگاتار میرا سمرن کرتا ہے۔ یوگ کا ابھیاس کرنے والے اُس یوگی کے لئے مجھے پا لینا بہت آسان ہے۔

رام چرت مانس میں بھی رام نام کے سمرن کی بہت مہما بیان کی گئی ہے۔ اُس کے کچھ دوہے اور چوپائیاں بھی سُن لیجئے۔

رام نام منی دیپ دھر جیبھ دھری دوار
تُلسی بھیتر باہری جو چاہے اُجیار

ارتھ:- تُلسی داس جی کہتے ہیں۔ اگر اندر اور باہر پرکاش چاہتے ہو، تو زبان رُوپی دہلیز پر رام نام کے ہیرے کا دیپک رکھ لو۔

رام نام کو کلپ ترو کلی کلیان نواس
جو سمرت بھئے بھانگ تے تُلسی تُلسی داس

ارتھ:- کلجگ میں رام نام کی طرح کلیان کرنے والا اور کونسا کلپ برکش ہے۔ جس کا سمرن کرنے سے تُلسی نام کا ساداھارن آدمی بھگت تُلسی داس بن گیا۔

نام کام ترو کال کرالا	سمرت سمن سکل جگ جالا
رام نام کلی ابھمت داتا	ہت پرلوک لوک پتو ماتا

ارتھ:- بھیانک کلجگ میں رام نام کلپ برکش کے سمان ہے۔ جس کا سمرن کرنے سے سنسار کے سب دُکھ دُور ہو جاتے ہیں۔ کلجگ میں رام نام کا سمرن سب منورتھوں کو پُورن کرنے والا ہے۔ اس لوک میں رام نام ماتا پتا کے سمان ہے، اور پرلوک میں یہ کلیان کا کارن ہے۔

رام رام کہی جو جمو ہائیں	تن ہی نہ پاپ پنج سنموہائیں

ارتھ:- جمائی لیتے وقت بھی جو لوگ رام رام کر لیتے ہیں۔ پاپ کے ڈھیر اُن کے سامنے نہیں ٹھہر سکتے۔

بارک رام کہت نر جوؤ	ہوت ترن تارن نر توؤ

ارتھ:- جو پُرش ایک بار بھی رام کا نام لے لیتا ہے، وہ نہ صرف آپ بھو ساگر کو تر جاتا ہے۔ بلکہ دُوسروں کو بھی تار دیتا ہے۔

یہ کلی کال ملائیتن۔ من کری دیکھو وچار
شری رگھو نائیک نام تجی نہیں کچھو آن آدھار

ارتھ:- من میں وچار کر کے دیکھو، تو یہ کلجگ پاپوں کا گھر ہے۔ اِس میں بھگوان رام کے نام کے سوا اور کوئی سہارا نہیں۔

گورو گرنتھ صاحب میں رام نام کی جتنی مہما کی گئی ہے۔ شاید ہی کسی اور گرنتھ میں ملے۔ اس سلسلہ میں گورو تیغ بہادر جی کی بانی سُننے کے قابل ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

گُن گوبند گائیو نہیں جنم اکارتھ کین۔ کہو نانک ہر بھج مناجے جہہ جل کو مین

بکھین جو کاہے رچیو مکھ نہ ہُو تے اُداس — کہو نانک ہر بھج منا پڑے نہ جَم کی تراس
جیوں سُپنا اور پیکھنا ایسو جگ کو جان — اِن میں کو ساچو نہیں نانک بن بھگوان
تیرتھ برت اور دان کر من میں کرے گُمان — نانک نِشپھل جان تیں جیوں کنجر اِشنان
جگ رچنا سب جھوٹ ہے جان لیہو رے میت — کہو نانک تھر نہ رہے جیوں بالُو کی بھیت
رام گیو راون گیو جاں کو بہو پریوار — کہہ نانک تھر کچھ نہیں سُپنے جیوں سنسار
سنگ سکھا سب تج گئے کوؤ نہ نبھیو ساتھ — کہہ نانک اس بپت میں ایک ٹیک رگھوناتھ

رام نام اُر میں گہیو جا کے سم نہیں کوئے
جِہ سمرت سنکٹ مِٹے درس تہارو ہوئے

اسی طرح یہ شبد بھی سُننے کے قابل ہے :۔

اے من میریا تُو سدا رہو ہر نالے — اگی کار اوہ کرے تیرا کاذج سب سنوارتا
سبھی گلاں سمرتھ سوامی سو کیوں منو وِسارے — کہہ نانک من میرے سدا رہو ہر نالے

ارتھ :۔ اے میرے من تجھ کو ہر وقت بھگوان کے نام کے سمرن میں مست رہنا چاہیئے۔ وہ تیری بھگتی قبول کرے۔ تو تیرے سب کام سپھل ہو جائیں۔ بھگوان میں ہر ایک کام کرنے کی شکتی ہے۔ تُو اُس کو من سے کیوں بھُلاتا ہے۔ اے میرے من تو سدا بھگوان کے ساتھ رہ۔

سُکھمنی صاحب میں گورو ارجن دیو جی نے سمرن کو اس طرح سراہا ہے :۔

سُکھ منی سُکھ اُمرت پربھ نام — بھگت جناں کے من وِشرام
سرب دھرم میں سرلشیٹ دھرم — ہر کو نام جپ نِرمل کرم
سرب روگ کا اوکھد نام — کلیان رُوپ منگل گُن گام

ارتھ :۔ بھگوان کا نام ہمیشہ اُمرت کے سمان ہے۔ اور سُکھ دینے والی ایک منی ہے۔ اس سے بھگتوں کے من کو شانتی ملتی ہے۔ سب دھرموں کا نچوڑ یہی ہے، کہ بھگوان کے نام کا جاپ کرتے رہو۔ اور شبھ کرم کرتے رہو۔ سب روگوں کی دوائی رام نام ہے، جس سے سب طرح کا کلیان ہوتا ہے۔ اور سب کامنائیں پوری ہوتی ہیں۔

گورو نانک دیو جی نے یہ بھی بالکل سچ کہا ہے۔ "واہگورو نام جہاز ہے چڑھے سو اُترے پار"

آخر میں میں آپ کے سامنے کچھ دوہے رکھتا ہوں، جن کا تعلق سمرن کے ساتھ ہے:۔

جب تک سانس میں سانس ہے سمر رام کا نام۔ سمرن سے بڑھ کر نہیں عارف کچھ بھی کام
بھر بھر پیالہ نام کا امرت کا تو پی۔ عارف اِن کے پان سے دُور ہوں روگ سبھی
عارف اُٹھتے بیٹھتے سمر رام کا نام۔ سمرن سے سب کو ملے من چاہا آرام

کشٹ نوارن کے لئے سمرن ہے اکسیر - بن سمرن عارف نہیں سکھ کی کچھ تدبیر
رام رام جپتے رہو جب لگ گھٹ میں پران - عارف اس کے جاپ سے پالیں آتم گیان
ہر کو ہر دم سمریئے رہے جو ہر دم ساتھ - ہر ہے عارف ہر جگہ سب کچھ ہر کے ہاتھ
عارف جو من میں بھجے ایشور کو دن رات - وہ ایشور کا روپ ہے پوچھ نہ اسکی ذات
عارف دکھ میں رام کو یاد کرے سب کوئے
جو اس کو سکھ میں بھجیں دکھ کا ہے کو ہوئے

سوامی رام تیرتھ جی کے اقوالِ زرّیں

مرتبہ ماسٹر ہری کرشن شرما شاداّنی

۱- اپنی راحت اور خود غرضی کے خیال کو فراموش کر کے تمام کاموں میں سب کی بھلائی کو مدِ نظر رکھیئے۔

۲- دِل سے اُدنےٰ اعلےٰ، اپنے پرائے کا امتیاز دُور کر کے سب کے لئے باطن سے نظرِ مساوات رکھیئے۔

۳- بُردباری سے کام لیجیئے۔ بُرا سلوک ہونے پر بھی رنج نہ کیجئے۔ البتہ یہ بات ضرور یاد رکھیئے کہ بحث و مباحثہ کرنا بالکل چھوڑ دیجئے۔ دِلی مسرت اور شانتی ملے گی۔

۴- منصف ہونے کی صُورت میں فرقہ بندی، فرقہ پرستی اور تعصب سے بالاتر ہو کر انصاف کیجئے۔ کوئی بھی مین میکھ کرنے کی جرأت نہ کرے گا۔

۵- اپنے آپ کو حلیمی اور انکساری کے زیورات سے مزین کیجئے۔ منکسر مزاج کی ہر حالت میں فتح ہوتی ہے۔

۶- پہلے جو اپنا نشان مٹاتے ہیں، وُہی نشان پاتے ہیں۔ بیج پہلے اپنا ناش کر کے پھر پھول پھل لاتے ہیں۔ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا؟

۷- مٹا دے اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہے
کہ دانہ خاک میں مل کر گلِ گلزار ہوتا ہے

عشقِ الٰہی

مہاتما جیمز ایلن

عشقِ الٰہی کو بخوبی سمجھنے ہی میں زندگی بسر کرنے اور اس سے پورا پورا ماہر ہو جانے سے انسان اسی جگہ اور اسی وقت عالم جاودانی میں داخل ہو سکتا ہے۔ اور اس قسم کے انسان اور معرفت اور خداوند تعالےٰ میں ایک اتحاد پیدا ہو جاتا ہے، اور ساتھ ہی انسان اپنی مقدس اور ابدی فطرت کو پہچان لیتا ہے۔

اس عشقِ الٰہی تک پہنچنے، اس کے سمجھنے اور محسوس کرنے کے لیے ہر ایک شخص کو اپنے دل و دماغ پر بڑے استقلال اور محنت سے کام کرنا لازم ہے، اور یہ بھی ضرور ہے کہ وہ اپنے علم کو از سرِ نو جاری رکھے اور اپنے اعتقاد کو مضبوط رکھے۔ کیونکہ شاہد ازلی کے جاہ و جلال اور حسن و جمال کا جلوہ دیکھنے سے پہلے اُسے بہت کچھ رذائل دور کرتے اور بہت کچھ فضائل حاصل کرنے ہیں۔

جو شخص الوہیت کے درجہ تک پہنچنا چاہتا ہے، اور کامل ہونے کی کوشش کرتا ہے۔ اُسے بہت کچھ تکلیفیں اُٹھانی پڑیں گی۔ اور یہ قطعی ضروری ہے۔ ورنہ کوئی شخص وہ اعلےٰ درجہ کا حکم کس طرح حاصل کر سکتا ہے۔ جس کے بغیر نہ اصلی دانائی میسر آ سکتی ہے نہ الوہیت۔ جس قدر یہ شخص آگے بڑھے گا اور ترقی کرے گا۔ اس کا تمام کام کبھی کبھی بے سود معلوم ہوگا اور اُس کی تمام کوششیں رائیگاں جائیں گی۔ گاہے ماہے جلدی کرنے سے اس شخص کی اپنے خیال میں قائم کی ہوئی ذہنی تصویر بگڑ جائے گی۔ اور شاید جب اُسے یہ خیال ہے کہ میرا کام تقریباً پورا ہو گیا، تو اسے معلوم ہوگا کہ جس شے کو وہ عشقِ الٰہی کی خوبصورت شکل خیال کئے بیٹھا تھا۔ وہ بالکل نیست و نابود ہو گئی، اور اپنے گذشتہ تلخ تجربے کو اپنا رہنما اور معاون بنا کر اُسے از سرِ نو شروع کرنا ضروری ہے۔ لیکن جس شخص نے پکا ہو کر اپنے آپ کو اعلےٰ ترین ہستی کے سمجھنے میں ہمہ تن مصروف کر دیا ہے۔ یہ شخص بالکل نہ معلوم کرے گا کہ شکست یا ناکامیابی کیا شے ہوتی ہے۔ ہر قسم کی ناکامیابی ظاہری ہے، اصلی نہیں۔ ہر ایک قسم کی لغزش، ہر ایک قسم کا تنزل یا زوال اور بار بار خود غرضی کی طرف عود کرنا۔ یہ ایک قسم کا سبق اور ایک قسم کا تجربہ ہے۔ جس کے ذریعہ کچھ نہ کچھ دانائی کا ذرہ استخراج کیا جاتا ہے، اور اس سے کوشش کرنے والے کو اپنے اعلےٰ مُدعا کی تکمیل میں مدد ملتی ہے۔ یہ جان لینا کہ اگر ہم ہر ایک ذلیل کام کو اپنے پاؤں تلے روند ڈالیں، تو ہم اپنی بُرائیوں کا ایک زینہ بنا سکتے ہیں۔ اس راستہ میں داخل

ہوتا ہے۔ جس سے ہم لا کلام الوہیت کے درجہ پر پہنچ سکتے ہیں، اور جس شخص کو یہ علم ہے۔ اُس کی ناکامیابیاں برتر چیزوں کے حاصل کرنے میں سیڑھیوں کا کام دیتی ہیں۔

اگر تم ایک دفعہ یہ سمجھو کہ تمہاری ناکامیابیاں تمہاری تکلیفیں اور رنج بمنزلہ لسان الغیب کے ہیں۔ جو تمہیں صاف صاف یہ بتاتی ہیں۔ کہ تم میں کہاں کہاں کمزوریاں اور نقص ہیں، اور کہاں تم اصلی اور ایزدی رُتبہ سے گر گئے ہو۔ تب تم برابر اپنے چال چلن کو غور سے دیکھتے رہو گے اور ہر ایک قسم کی لغزش اور سخت تکلیف سے یا ٹھوکریں کھا کھا کر تمہیں ثابت ہو جائے گا، کہ تمہیں کہاں سے کام شروع کرنا ہے اور کونسی بات تمہیں اپنے دل سے دُور کرنی ہے۔ تاکہ تم اپنے دل کو خدا کی مشابہت پر اور کامل محبت کے قرب پر لے آؤ۔ اور جس قدر تم آگے ترقی کرو گے، اور دن بدن اندرونی خود غرضی سے اپنے آپ کو علیحدہ کرو گے۔ اُسی قدر بے غرضانہ محبت رفتہ رفتہ تم پر ظاہر ہو جائے گی، اور جب تم حلیم اور متحمل ہوتے جاتے ہو، تمہارا اڑیل پن بدمزاجی اور غصہ تم سے دُور ہوتا جاتا ہے۔ اور زیادہ طاقت ور انسانی خواہشیں اور تعصبات تم پر غلبہ نہیں پاتے اور تم ان کے بس میں نہیں رہتے اس وقت تمہیں معلوم ہو گا کہ محبت ایزدی تم میں پیدا ہوتی جاتی ہے۔ تم قرب ایزدی حاصل کرتے جاتے ہو، اور تم اس بے غرضانہ محبت سے دُور نہیں ہو۔ جس کا حاصل کرنا امن اور جاودانی حالت کا ملنا ہے۔

محبت ایزدی یا عشق الٰہی اور انسانی محبت میں بڑی بھاری تمیز یہ ہے کہ عشق الٰہی اور انسانی محبت اور کل چیزوں کو چھوڑ کر ایک خاص شے سے ہوتی ہے اور جب یہ شے اُس کے محبت کرنے والے کے پاس سے دُور ہو جاتی ہے، تو اُس کو بڑا سخت رنج اور بڑی بھاری تکلیف ہوتی ہے۔ عشق الٰہی کل کائنات پر حاوی ہے اور یہ عشق کسی خاص چیز سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ اُس میں کل شے بہ ہیئت مجموعی داخل ہے، اور جو شخص اپنی انسانی محبتوں کو رفتہ رفتہ پاکیزہ اور فراخ کر لیتا ہے۔ یہاں تک کہ ہر ایک قسم کے خود غرضانہ اور دُکھ درد سے چھُٹ جاتا ہے۔ چونکہ انسانی محبتیں تنگ اور محدود ہوتی ہیں اور خود غرضی پر مشتمل ہوتی ہیں۔ اسی لئے یہ تکلیف کا باعث ہیں۔ جو محبت کہ بالکل ایسی صاف اور خالص ہے کہ وہ اپنے لئے کچھ نہیں چاہتی، ایسی بے غرضانہ محبت سے کسی قسم کی تکلیف پیدا نہیں ہو سکتی۔ تاہم عشق حقیقی تک پہنچنے کے لئے عشق مجازی ضرور ہے، اور کوئی شخص عشق حقیقی میں شریک نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ اس میں عشق مجازی یعنی پُر جوش اور ازحد گہری انسانی محبت نہ ہو۔ انسانی محبتوں اور انسانی تکلیفوں میں سے ہی گزر کر عشق الٰہی تک پہنچ سکتے ہیں اور اس کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔

فانی صورتوں کی طرح جن پر انسان مفتون ہیں۔ انسانی محبتیں بھی فانی ہیں۔ لیکن ایک اور عشق

اُور محبت بھی ہے۔ جس کے مُقابلہ میں ایسی کوئی شے نہیں ہے۔ یہ عشقِ الٰہی ہے۔ اُور تمام قسم کے خود پرستی کے داغ و دھبّہ سے بالکل پاک ہے، اُور اِس کی مہک سے ہر چہار طرف معطّر ہیں۔

اِنسانی محبتیں محبتِ ایزدی کی عکس ہیں، اُور رُوح کو اِس اصلی محبت کے قریب تر کھینچتی ہیں۔ جو فکر و تکلیف اُور اِنقلاب سے بالکل نا آشنا ہے۔

بہتر ہے کہ ماں اپنے بچّے سے از حد محبت ظاہر کرے۔ جو ایک بیکس اُور چھوٹی سی گوشت کی لوتھ کی مانند اُس کے سینہ پر پڑا ہُوا ہے۔ اُور وُہی ماں جب اُپنے بچّے کو بستر مرگ پر پڑا ہُوا دیکھے تو غم کے آنسو بہائے اُور مارے رنج و الم کے تڑپ جائے۔ بہتر ہے کہ اُس کے آنسو جاری رہیں اور اُس کا دِل دُکھے۔ کیونکہ اِسی طرح سے اُس کو دُنیاوی چیزوں اور خوشیوں کی چنچل خاصیت یاد آئے گی اُور وہ بتدریج اَبدی اُور غیر فانی اصلی اصلی محبت کے قریب تر پہنچ جائے گی۔

جب اِنسانی محبت کے دِل میں رنج کا کانٹا چُبھتا ہے۔ اور جب دوستی اُور اعتبار کے خیالات سے معمور رُوح کو تاریکی، تنہائی اُور جُدائی کے خیالات منغّص کرتے ہیں۔ ایسے ہی اُوقات میں دِل لازوال اُور اَبدی خُداوند تعالےٰ کی محبت کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اُور وہیں پناہ اُور امن ڈھونڈتا ہے۔ اُور جو شخص اِس اعلےٰ محبت میں پناہ گزین ہوتا ہے۔ وہ دُکھی ہو کر مایوسی سے اُلٹا نہیں پھرتا۔ نہ وہ رنج سے آزردہ ہوتا ہے اُور نہ تاریکی سے سرگردان ہوتا ہے۔ اُور یہ بھی نہیں ہوتا کہ مُصیبت کے وقت سب لوگ اُسے چھوڑ کر چلے جائیں اُور کوئی اُس کا ساتھ نہ دے۔

عشقِ الٰہی کی عظمت اُور جلال صرف اُس شخص کے دِل میں ظاہر ہو سکتا ہے۔ جو رنج والم اُٹھا کر شدھ ہو گیا ہے۔ اُور پاک ہو گیا ہے اُور خُدائی حالت کا نُور صرف اُسی وقت دِکھائی دے سکتا ہے اُور سمجھ میں آ سکتا ہے۔ جبکہ جہالت اُور خود پرستی کے بے جان اور بے ڈول لوازمے بالکل خارج ہو جائیں۔

اُسی محبت کو محبتِ ایزدی کہہ سکتے ہیں، جو ذاتی خوشی یا صِلہ کی طالب نہیں۔ جو مختلف چیزوں میں کسی قسم کی تمیز نہیں کرتی، اُور جس میں پیچھے سے دِل کو دُکھ دَرد نہیں پہنچتا۔

جو لوگ خود پرست ہیں اور بدی کی تکلیف دہ صورتوں کے گرویدہ ہیں، وہ یہ خیال کیا کرتے ہیں۔ کہ محبت ایزدی ایک اُیسی شے ہے، جو اُس خُدا سے تعلّق رکھتی ہے جس تک ہماری پہنچ نہیں۔ اور وہ ایک ایسی شے ہے جو ہم سے دُور ہے اُور جو ہمیشہ کے لئے ہم سے دُور رہے گی اُور ہمیں کبھی میسّر نہیں آئے گی۔ فی الحقیقت محبت ایزدی ہمیشہ خود پرستی سے بہت پرے ہے۔ لیکن جبکہ نفس اُور دِل میں سے خودی خارج ہو جاتی ہے، تو بے غرضانہ محبت۔ اعلےٰ محبت، وہ محبت جو خداوند تعالےٰ اُور مجسم نیکی سے تعلّق رکھتی ہے۔ ہمیشہ کے لئے اِنسان کے اندر گھر کر لیتی ہے، اُور دِل کا اصلی جُزو

بن جاتی ہے، اور اس پاک محبت کا دل میں بخوبی سمجھنا ہی حضرت عیسےٰ کی وہ محبت ہے۔ جس کا بہت کچھ ذکر اذکار ہوتا رہتا ہے۔ لیکن جس کو لوگ بہت کم سمجھتے ہیں۔ یہ اعلےٰ اور پاک محبت روح کو گناہ سے نجات ہی نہیں بخشتی، بلکہ اسے اس قدر بالاتر رتبہ پر پہنچا دیتی ہے کہ وہ پھر برائی یا بدی کی طرف ہرگز راغب نہیں ہو سکتی۔

لیکن سوال یہ ہے کہ اس قسم کی اعلےٰ اور پاک محبت کس طرح حاصل ہو سکتی ہے؟ اصلی گیان یا راستی یا معرفت حقیقی کی رو سے اس سوال کا جواب یہی ہے اور یہی ہوگا۔ کہ "پہلے تو اپنے آپ کو خالی کر اور پھر میں تجھے بھر دوں گا" عشق الہیٰ معلوم نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ خودی زائل نہ ہو جائے۔ کیونکہ خودی کا ہونا عشق سے منکر ہوتا ہے اور جو شے کہ معلوم ہے، اس سے ہم کس طرح منکر ہو سکتے ہیں۔ جب تک کہ خودی کو دل سے علیحدہ نہ کیا جائے، تب تک عشق کی خالی روح جہالت کی قیود نہ توڑے گی اور اپنے جاہ و جلال میں جلوہ گر نہ ہوگی۔

مثلاً تمہارا یقین ہے کہ حضرت عیسےٰ مقتول ہوئے اور پھر زندہ ہو گئے۔ میں نہیں کہتا کہ یہ تمہارا اعتقاد غلط ہے۔ لیکن اگر تم اس امر پر یقین کرنے سے انکار کرو، کہ محبت کی پاک اور شریف روح تمہاری خود غرضانہ خواہشوں کی تاریک صلیب پر روز مرہ کھینچی جاتی ہے، تو پھر میں تم سے یہ ضرور کہوں گا کہ اس قسم کا یقین نہ کرنا سراسر تمہاری غلطی ہے، اور معلوم ہوا کہ تم نے حضرت عیسےٰ کی محبت کی اصلیت کو قطعی نہیں سمجھا۔

تم کہتے ہو، کہ ہم نے حضرت عیسےٰ کی محبت میں نجات کا مزہ چکھ لیا ہے۔ یعنی نجات حاصل کر لی ہے۔ کیا تم نے ان باتوں سے بھی نجات حاصل کر لی ہے۔ یعنی اپنے مزاج۔ اپنی زود رنجی۔ اپنی خود بینی۔ اپنا ذاتی کینہ، اپنی رائے اور اوروں کو برا ٹھیرانے سے۔ اگر ان باتوں سے نجات حاصل نہیں کی ہے تو پھر کس چیز سے نجات حاصل کی ہے، اور کس چیز میں حضرت عیسےٰ کا کایا پلٹ دینے والا عشق حاصل کیا ہے؟

جس شخص نے عشق الہیٰ کو بخوبی سمجھ لیا ہے۔ وہ ایک نیا آدمی بن گیا ہے۔ گویا اس کی کایا پلٹ ہو گئی ہے۔ اور خودی کے برانے خیالات نے اس پر غلبہ نہیں پایا ہے۔ ایسا شخص اپنے حلم، اپنی پاکی، خود ضبطی، دریا دلی اور کامل شرافت کے لئے مشہور ہے۔

عشق الہیٰ یا بے غرضانہ محبت صرف ایک تاثر یا اعلےٰ درجہ کا جذبہ ہی نہیں ہے۔ یہ علم کی ایک ایسی حالت ہے، جو بدی کے تسلط اور بدی کے یقین کو غارت کر ڈالتی ہے، اور اعلےٰ درجہ کی نیکی کا آنند قلبی اور سرور روحانی حاصل کرتی ہے۔ جو لوگ علم الہیٰ سے ماہر ہیں، اور عشق کے قائل ہیں۔ ان کے نزدیک علم اور عشق ایک چیز ہے، اور دونوں لازم و ملزوم ہیں۔

بھرتری ہری شتک (مسلسل)

منظوم ترجمہ از شری ساحرؔ سناحی ایم اے

فضیلتِ افعال

سر جھکا دیتے ہیں ہم کچھ دیوتاؤں کے حضور
دیکھتے ہیں یہ کہ وہ برہما کے بس میں ہیں ضرور

اس لئے برہما کے آگے سر جھکا دیتے ہیں ہم
وہ بھی پھل دیتا ہے ویسا جیسے ہوتے ہیں کرم

جب یہ "برہما اور یہ پھل" دونوں ہیں بے اختیار
اور ہے افعال کے قابو میں ان کا کاروبار

ایسی حالت میں کریں کیوں سجدہ ان دونوں کو ہم
کیوں نہ سجدے کے لئے افعال کو سمجھیں اہم

میرا سجدہ ہے فقط اس فعل کو با صد ادب
جس نے برہما کو بنایا آفرینش کا سبب

اور "وشنو" کو کیا آفت میں جس نے مبتلا
دہر میں اوتار پر اوتار وہ لیتا رہا

اور "شوجی" کو دیا جس نے گدائی کا مقام
تاکہ ہر انسان سے وہ بھیک مانگے صبح و شام

مہرِ عالم تاب کو پابندِ گردش کر دیا
کوئی موقع مل نہیں سکتا اسے آرام کا

رازِ پوشیدہ بتاتا ہوں تمہیں میں برملا
آدمی کو نیک عادت کا نہیں کچھ فائدا

کچھ نہیں حاصل جو اعلےٰ خاندان میں ہو جنم
یا ملیں عقلِ سلیم و علم بے پایاں بہم

اور خدمت کا بھی کچھ ہوتا نہیں ہے ماحصل
ہاں عبادت یا گزشتہ فعل دے دیتے ہیں پھل

جنگلوں میں رزم میں اعدا میں آگ اور آب میں
بحر و بر، دشت و جبل میں بے خودی کے خواب میں

دِق کی بیماری سے رنج و یاس کے جنجال سے
رہتا ہے محفوظ انساں سابقہ اعمال سے

راست ہو سچی ہو جو تدبیر وہ تدبیر ہے
اور عقل و فہم بھی اک خوبیٔ تقدیر ہے

دشمنوں کو جو بنا دے دوست سَم کو انگبیں
جو عیاں کرتی ہے ہر رازِ نہاں کو بالیقیں

تم کو لازم ہے پرستش بس اسی تدبیر کی
ہاں اسی تدبیر کو کہتی ہے دنیا بھگوتی

اپنی مرضی سے نہ ڈھونڈو عیش کو آرام کو
اپنی ہٹ سے دکھ اٹھا کر کیوں مصیبت میں پڑو

چاہیئے دانا کو پہلے سوچ لے انجام کو
پھر کرے وہ اپنے اچھے یا برے ہر کام کو

جو بشر کرنے لگے بے سوچے سمجھے کوئی کام
اس کا حاصل کچھ نہیں ہوتا بجز رنجِ دوام

ہ۱ ضروری، ہ۲ پیدائش، ہ۳ درست عقل، ہ۴ حاصل، ہ۵ جنگ، ہ۶ دشمن، ہ۷ جنگل اور پہاڑ، ہ۸ زہر، ہ۹ شہد
ہ۱۰ چھپا ہوا بھید، ہ۱۱ [illegible]

آکے میدانِ عمل میں کوئی مردِ بدنصیب　　دُور رہتا ہے، عبادت کے نہیں ہوتا قریب
اس کو یُوں سمجھو کہ وہ ہے ایسا ناداں فطرتاً　　ظرفِ زرّیں میں جو بھُونے چوبِ صندل[1] سے نسن
اُکھ کی جڑ لے کے چلتا ہے زمینِ شور[2] میں
اور اپنے کھیت میں سونے کے ہل کے زور میں　　یا کنوئیں کے گرد رسّہ اس سے کر لیتا ہے بند
اور کیلے کے تنوں سے باڑھ کرتا ہے بلند　　جنگ کے میدان میں جائے وہ با تیغ تبر
آدمی وہ ہے سمندر میں جو تیرے بے خطر　　نفع حاصل کرنے کی ہر وقت تدبیریں کرے
یا تجارت یا زراعت اور خدمت کے لئے　　پھر بھی جو تقدیر میں ہوگی وہ پہنچے گی گزند
یا کرے پرواز سُوئے آسماں مثلِ پرند[3]　　اور جو ہونی ہے وہ فعلوں کا پھل ہے بالیقیں
یعنی، اَن ہونی جو ہے وہ تو کبھی ہوتی نہیں　　اُس کو ہو جاتا ہے حاصل فائدے پر فائدا
جس کو افعالِ حمیدہ[4] کا سہارا مل گیا　　دوست بن جاتی ہے سب مخلوق اس کی سربسر
اس کو ہیبت ناک بن[5] گلزار آتے ہیں نظر　　راہ کے ہیں سنگ ریزے[6] بھی گہر اس کے لئے
وُسعتِ رُوئے زمیں ہے کانِ زر اس کے لئے

(بصُورتِ سوال جواب)

سُکھ ہے کیا؟ دراصل ہے وہ صحبتِ اہلِ کمال　　دُکھ ہے کیا؟ بس درحقیقت جاہلوں سے اشتمال[7]
کیا ہے نقصان؟ چُوک جانا وقت پر انسان کا　　کاملیت کیا ہے؟ رغبت نیکیوں سے برملا
سُورما ہے کون؟ جس نے کر لئے بس میں حواس　　عورت اچھی کونسی ہے؟ جس کو ہو خدمت کا پاس
مال و دولت کیا ہے؟ علمیت جسے کہتے ہیں لوگ　　عیش کیا ہے؟ جب نہ ہو غیروں کی ماتحتی کا روگ
راج کیا ہے؟ حکم اپنا حسبِ خواہش ہو رواں　　اس سے بڑھ کر بادشاہت کا نہیں کوئی نشاں
تلخ گوئی سے حذر کرتے ہیں جو عالی مقام　　اور ہر انسان سے ہوتے ہیں جو شیریں کلام
اپنی عورت پر کفایت کرتے ہیں جو صبر سے　　رہتے ہیں محفوظ، بیگانوں کے ظلم و جبر سے
ایسے نیک افعال انساں ہیں جہاں میں خال خال　　سیکڑوں میں ایک دو ہوتے ہیں ایسے خوش خصال
صبر کرتا ہے مصیبت میں اگر انساں کوئی　　اس کی راحت کو مٹا سکتا نہیں کوئی کبھی
جیسے جلتی آگ کو کوئی اُلٹ دے برملا　　اس کا شعلہ پھر بھی اُوپر ہی کی جانب جائے گا
رُخ نہ ہو گا آگ کے شعلے کا نیچے کی طرف　　مردِ صابر کا بھی سب سے اُونچا رہتا ہے شرف
جس نے کھایا ہو نہ دل پر تیرِ چشمِ نیم باز　　آتشِ غیظ[11] و غضب سے جو رہا ہو بے نیاز
جس نے رکھے ہو ہمیشہ اپنے قابو میں حواس　　جو علائق[12] کو کسی صُورت بھی آنے دے نہ پاس

---

[1] چندن کی لکڑی، [2] بنجر زمین، [3] اُڑان، [4] اچھے کام، [5] ڈراؤنے، [6] جنگل، [7] پتھر کے ٹکڑے، [8] میل [9] گرد و اول، [10] کوئی گونی، [11] غصہ، [12] تعلق

بس وُہی اِنسان ہوتا ہے جہاں میں فتح مند
اِک دِلاور شور بیر اِنسان اکیلا بالیقیں!
جس طرح خورشید عالم تاب کوسوں دور سے
جو نہ ہو اِس دہر میں قیدِ علائق[1] کا اسیر
آگ بھی اِس کو نظر آئے گی پانی کی مثال
سنگ ریزے کے برابر ہے اِسے کوہِ بلند
کوڑیا لے سانپ کو سمجھے گا وہ پھولوں کا ہار
جو حیا کے ساتھ باقی خوبیوں کے ہیں امیں[4]
راست بازی کے فدائی، حوصلہ مند آدمی
بھول کر بھی عہد اپنا پھر نہیں وہ توڑتے

مرتبہ رہتا ہے اُس کا سب کی نظروں میں بلند
اپنے ہی قبضے میں کر لیتا ہے یوں ساری زمیں
ساری دُنیا کو بنا دیتا ہے روشن نور سے
اور استقلال ہو جس کی طبیعت کا خمیر[2]
ندی سمجھے گا سمندر کو بھی وہ نیک خیال
شیر بھی اس کو نظر آئے گا مثلِ گوسفند[3]
اِس کی آنکھیں زہر میں دیکھیں گی اُمرت کی بہار
صاف دِل ہیں خواہشاتِ[5] نفس کے پیرو نہیں
عہد کر لیتے ہیں جب نیچے ارادے سے کبھی
جان دے دیتے ہیں لیکن مُنہ نہیں وہ موڑتے

---

[1] تعلق کی قید، [2] خاصیتیں، [3] بکری، [4] امانت دار، [5] شہوت وشاہجوگ۔

سینما اور ریڈیو

تیس[30] سالہ ناستک حکومت کے عہد میں ہمارے پوتر بھارت دیش کے اخلاق کو رساتل تک پہنچانے کا جو کام سینما اور ریڈیو نے کیا ہے۔ وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ مہا منڈلیشور شری سوامی گوروچرنداس جی مہاراج جو کہ ایک چوٹی کے وِدوان مہا تیاگی اور بھارت سادھو سماج کے پردھان ہیں۔ وہ سناتن دھرم پرتی ندھی سبھا نئی دلّی کے نیتاؤں کے ساتھ پردھان منتری شری مرارجی ڈیسائی کی سیوا میں حاضر ہوئے، اور اُن کا دھیان ریڈیو اور سینما کے اشلیل پرچار کی طرف مبذول کیا۔ شری ڈیسائی نے شِشٹ منڈل کی بات بڑے دھیان سے سُنی، اور یقین دلایا کہ سرکار اس کا سدّ باب ضرور کرے گی۔ چنانچہ اُنہوں نے سُوچنا اور پرسارن منتری کو ہدایات بھیج دیں۔

ہمارا دیش جو ناری کو ایک دِوّیہ شکتی دُرگا کا پرتی ندھی مانتا تھا۔ کنواری لڑکیوں کی پوجا کیا کرتا تھا۔ آج اِسی دیش کے نوجوان سینما اور ریڈیو کے غلط پرچار سے اُن کو واسنا کا کِھلونا بنا رہے ہیں۔ بیشتر نوجوان پتھ بھرشٹ ہو چکے ہیں، اور عورتوں کی عزّت کو خاک میں مِلا رہے ہیں۔

بشکریہ اَمر بھارت دہلی
2.8.77

بھگت سین نائی

بھگوان کی بھگت وتسلتا کی خوبصورت مثال

بھگت رامانند جی کے جس قدر بھی باکمال شاگرد یا شش ہوئے۔ اُن میں سے ایک نائی سین المعروف سینا جی ہوئے ہیں۔ جو چودھویں صدی کے آخیر اور پندرھویں کے ابتدا میں گزرے ہیں۔ آپ راجہ رام والئے ریوا کے درباری نائی تھے۔ سنت سیوک، متلاشی حق اور راست باز فطرتاً واقع ہوئے تھے۔ اگرچہ درباری نائی تھے، مگر مایا دھاری ہرگز نہ تھے۔ ہمیشہ گیان دھیان میں مصروف رہتے اور ست سنگ کو راجاؤں کی صحبت پر ترجیح دیتے۔ اگرچہ بہت پڑھے لکھے نہ تھے۔ مگر گیان کی روشنی سے اُن کا دل منور تھا۔ بڑے بڑے باکمال اور ودوان پنڈت رُوحانی مسائل پر آپ سے گفتگو کیا کرتے تھے۔ آپ کی زبان میں بھگتی اور ست سنگ کی بدولت جادو کا اثر پیدا ہو گیا۔ آپ کے شبد میں ایک ایسی کشش پیدا ہو گئی، جو دُنیا داروں کے کلام میں نہیں پائی جاتی۔

راجہ آپ کی گیان دھیان کی باتوں، چرچوں اور اُپدیشوں سے اس قدر متاثر ہو گیا، کہ اُسے آپ کا اُپدیش سُنے بغیر نیند نہ آتی تھی۔ اُس نے حکم دے دیا کہ سین نائی جی سے اور کوئی خدمت نہ لی جائے۔ وہ صرف رات کے وقت کھانا کھانے کے بعد مُٹھی چاپی کرنے کی غرض سے آجایا کریں۔ بھگت جی وقت مقررہ پر راجہ کو مُٹھی چاپی کرتے، اور روزانہ کلیان کاری اُپدیشوں سے اس کا کلیان کرتے۔ راجہ اگرچہ دل سے آپ کا شش ہو چکا تھا، مگر بھگت جی نے اپنے فرض کی انجام دہی سے جی نہ چُرایا۔ ایک دن بھگت جی کی مہماں سُن کر کچھ محقق سادھو آپ کے ہاں مہمان کی حیثیت سے وارد ہوئے۔ بھگت جی کو اُن کے لئے خوراک و رہائش کے انتظامات کرنے میں دیر لگ گئی، اور جب اُن کے اصرار پر ہری کیرتن شروع ہُوا، تو اُس میں آپ اس قدر مگن ہوئے، کہ آپ کو راجہ کے ہاں جانے کا خیال ہی نہ رہا۔ اب راجہ کے ہاں جانے کا وقت گزر چکا ہے، اور اس تغافل پر وہ سخت ناراض ہوگا، تو آپ ڈرے۔ وہ گزرا وقت تو واپس نہیں آسکتا تھا۔ ناچار پھر ہری بھگتی میں مصروف ہو گئے، اور اُس میں اِس قدر مگن ہوئے۔ کہ دوسرے دن اُسی وقت جبکہ آپ نے راجہ کی خدمت گزاری کے لئے جانا تھا۔ آپ کو ہوش آئی۔ آپ سہمے ہوئے راجہ کے پاس گئے، تو نہ صرف یہ کہ راجہ نے پہلی رات نوکری نہ دینے کے لئے کوئی ناراضگی ہی ظاہر کی، بلکہ اُلٹا مہربانی سے پیش آئے، اور کہنے لگے۔ بھگت جی! کل رات کو آپ نے جس طریقہ سے میری مٹھی چاپی کی ہے۔ اُس سے میرا تمام بدن اروگ ہو کر کُندن کی طرح چمکنے لگ گیا ہے۔ مجھے بڑھاپے میں پھر جوانی کے

آثار نمودار ہونے لگے ہیں، اور آپ کے اُپدیشوں سے مَیں کِرت کِرت ہو گیا ہُوں۔ میرے گیان چکھشو کھل گئے ہیں، اور اگیان کی تاریکیاں میرے انتہ کرن اور ہردے سے اِس طرح لوپ ہو گئی ہیں جِس طرح سُورج کے پرکاش سے اندھیرا۔

سَین جی کو راجہ کی زبان سے یہ باتیں سُن کر بہت تعجب ہُوا، اور اُنہوں نے فرمایا، کہ مَیں تو کل آ ہی نہیں سکا۔ میرے ہاں تو مہمان آ گئے تھے۔ اور مَیں سَت سنگ اور کیرتن میں اس قدر مگن ہو گیا تھا۔ کہ آپ کے ہاں آنے کی بھی سُدھ بُدھ نہ رہی۔ مُجھے تو ڈر تھا کہ آپ غیر حاضری کے لئے مُجھ پر ناراض ہوں گے۔ جواب میں راجہ نے کہا۔ مَیں تو آپ کا اُپدیش سُننے میں مگن تھا۔ اور پہلے کی نسبت آپ کے اُپدیشوں میں کل بہت زیادہ اثر، مٹھاس اور آنند تھا۔ آپ غلطی پر ہیں۔ کل آپ یقیناً میرے پاس آئے تھے۔ مُٹھی چاپی کی، اور اُپدیش بھی دیتے رہے۔

یہ سُن کر بھگت جی تعجب آمیز خوشی سے اُچھل پڑے۔ آپ نے راجہ کو آشیرباد دی، اور فرمایا کہ اب مَیں آپ کی خدمت نہیں کرُوں گا، بلکہ زندگی بھر اُسی کی خدمت اور اُسی کی بھگتی کرتا رہوں گا۔ جو میرے عیبوں کی پردہ پوشی کے لئے میرا رُوپ دھار کر میرے فرائض کی ادائیگی میری بجائے خود کرتا پھرتا ہے۔ وہ جس سے پوِتر تا اور اُچتا براہمنوں کو پراپت ہُوئی۔ جو پریم کے بس میں آ کر نائی بنا۔ اور جس نے نائی بن کر میری خاطر آپ کی مُٹھی چاپی کی۔ مَیں تو اب اُسی محبُوب، اُسی پریم کے ساگر اور بھگتوں کے بس میں آنے والے بھگوان کا خدمت گار کہلاؤں گا۔

راجہ کو بھی یقین ہو گیا۔ کہ کل سَین نائی نہیں تھا، بلکہ اپنے اننیہ بھگت کے رِشتہ عِشق میں بندھا ہُوا بھگوان خود نائی کے رُوپ میں آیا، اور اُس نے بھگت سَین جی کے فرض کی خود ادائیگی کی۔ جو اُس کی طرف خالص محبّت سے ایک قدم چلتا ہے۔ وہ محبّت مجسّم سو کوس ایک قدم کے بدلے میں بھگتوں کی طرف آتا ہے۔ زمین، سونا، چاندی، جواہرات، جنس، عقل، طاقت۔ سب اُس کے لئے بے حقیقت چیزیں ہیں۔ اُس نِراکار کو محبّت، پریم اور عِشق کے تار کا رِشتہ سے ہی قابُو کیا جا سکتا ہے۔ بھگت اس کے بس میں ہیں اور وہ بھگتوں کے بس میں ہے۔ راجہ نے بھگت سَین جی کا دامن پکڑ لیا اور اپنا سر اُن کے قدموں میں رکھ کر کہا۔ کہ آپ میرے گُورو دیو ہیں۔ اور مَیں آپ کا ایک تُچھ سیوک ہُوں۔ اب آپ راج سنگھاسن کو سنبھالیں اور مَیں نائی بن کر اُسی طرح آپ کی خدمت کرنے میں اپنا جنم سپھل کرُوں گا۔ جس طرح کہ آپ میری کرتے رہے ہیں۔ مگر بھگت سَین جی نے فرمایا کہ تمہارا راج سنگھاسن تمہیں مُبارک ہو۔ مَیں تو اب اِس رُوپ کو چھوڑنا نہیں چاہتا۔ جو میرے لئے میرے بھگوان نے دھارن کیا ہے۔ آپ مُجھ سے زیادہ خوش قسمت ہیں۔ کہ آپ کو بھگوان نے خود اِس طرح نہال کیا۔ آپ اپنی تمام آیو اُسی کے اَرپن کر دیں۔ تو آپ کا دین و دُنیا میں بھلا ہو گا۔ یہ کہہ کر بھگت سَین جی راجہ سے رُخصت ہو گئے اور پھر کبھی اُس کے ہاں نہ گئے۔ راجہ آپ کا شِشیہ بن گیا۔ اور اُس کی اولاد بھگت سَین جی کے گھرانے کی شِشیہ رہی۔

گوسائیں تُلسی داس

"تُلسی مستک تب نوے جے دھنش بان لو ہاتھ"

گوسائیں تُلسی داس جی کانیہ کُبج براہمن خاندان کے ایک معزز رُکن پنڈت آتمارام دُوبے کے ہاں باندہ کے ضلع میں راجاپور نامی ایک قصبہ میں سمت ۱۵۸۹ میں پیدا ہُوئے۔ پیدائش پر نجومیوں نے کہا کہ یہ لڑکا مُول نکھشتر میں پیدا ہُوا ہے۔ اس لئے آٹھ برس کی عُمر تک ماں باپ کو اس کا مُنہ نہیں دیکھنا چاہیئے۔ روائت ہے کہ نجومیوں کے اِس فرمان کی تعمیل میں اُن کا باپ اُنہیں جنگل میں چھوڑ آیا۔ جب یہ بے کسی اور بے بسی کی حالت میں پڑے سسک رہے تھے تو ایک سادھو کا اُدھر سے گزر ہُوا۔ جس نے انہیں گود میں اُٹھالیا۔ اور سُورو کھشیتر میں لے جاکر اُن کی پرورش اور تعلیم و تربیت کا اِنتظام کیا۔

جب بڑے ہُوئے، تو اُن کی شادی دِین بندھو پاٹھک رتناولی کی لڑکی سے ہوگئی، اور اس شادی کا نتیجہ ایک لڑکا ہُوا۔ جس کا نام تارک تھا۔ تلسی داس کے دِل میں اپنی عورت کے لیئے اتینت محبّت تھی۔ رات دِن اُس پر مرتے تھے۔ ایک دِن تیج کے تیوہار کی تقریب میں وہ اپنے باپ کے گھر میں گئی۔ انہیں ایک رات کی جُدائی بھی از حد شاک گزری۔ راتوں رات دوڑے گئے۔ دریا پار کیا اور اندھیری رات میں عورت سے مِلے۔ اُس نے اُن کی اِس محبت کو دیکھ کر کہا کہ شرم کی بات ہے۔ آپ کو اِس گوشت پوست کے لوتھڑے سے اِس قدر پیار ہے۔ اگر یہی پریم ایشور کے چرنوں میں ہوتا، تو آپ کرتارتھ ہو جاتے۔ اور آپ کے ساتھ اوروں کو بھی بھوساگر سے ترنے کا موقعہ مِلتا۔

وقت کی کہی ہُوئی بات دِل میں گھر کر گئی۔ اور اُس کے بعد اُنہوں نے عورت کا موہ چھوڑ دیا۔ گو عورت نے ان سے پھر اور باتیں کرنی چاہئیں اور کھانا کھانے کی درخواست کی۔ مگر وہ وہاں سے اُسی وقت چل دیئے اور سیدھے بنارس پہنچ کر سادھو ہوگئے، اور اس کے بعد بہت سے تیرتھوں پر تیرتھ یاترا کی۔

ایک دفعہ وہ سیر کرتے ہُوئے نادانستہ طور پر اپنے سُسر کے گھر مہمان ہوگئے۔ عورت نے پہچان لیا۔ لیکن اپنے آپ کو اُن پر ظاہر نہ کیا۔ اور اُن کے پاؤں دھونے چاہے۔ یہ راضی نہ ہُوئے۔ پُوجا کا وقت آیا۔ کافور اور دھوپ وغیرہ کی ضرورت محسُوس ہُوئی۔ یہ سب سامان گھر میں نہیں تھا۔ گوسائیں جی بولے "میری جھولی میں سب کچھ موجود ہے"۔ اِستری چاہتی تھی کہ کِسی طرح اُن کی سیوا اور ست سنگت سے لابھ اُٹھائے۔ جو اُنہیں کسی حالت میں منظور نہ تھا۔ تب اُس نے ان سے کہا کہ جھولی میں تو دُنیا کی سامگری رہتی

ہے۔ چھوڑنے کی چیز صرف بدنصیب عورت ہی رہ گئی ہے۔ اس اِشارہ اور رمز کی بات نے دوبارہ دل پر نیا اثر کیا۔ اور اُسی وقت جھولی کو بھی اپنے سے جُدا کر دیا۔

تُلسی داس جی جس سمپردائے سے تعلق رکھتے تھے، اُن کا اِشٹ دیو بھگوان رام مانے جاتے ہیں۔ اس لیئے رام بھگتی ہی اُن کے جیون کا سروسو تھا۔ روایت ہے کہ جب تُلسی داس جی صبح حاجات ضروری سے فارغ ہونے کے لیئے گنگا تٹ پر جایا کرتے تھے، تو لوٹے کے بچے کھچے پانی کو ایک آم کے درخت کی جڑ میں ڈال دیا کرتے تھے۔ اُس درخت پر کوئی بھوت رہتا تھا۔ اس پانی ڈالنے کو اُس نے گوسائیں جی کی بھگتی سمجھی، خوش ہُوا، سامنے آیا، اور ور مانگنے کی درخواست کی۔ گوسائیں جی بولے۔ سوائے شری رامچندر جی کے درشن کے اور مجھے کسی چیز کی خواہش نہیں ہے۔ بھوت نے جواب دیا۔ یہ بات میرے اختیار سے باہر ہے۔ لیکن ایک تدبیر بتاتا ہوں اور وہ یہ کہ قریب کے مندر میں ہر روز رامائن کی کتھا ہُوا کرتی ہے۔ وہاں ایک میلا کچیلا آدمی ہر روز جایا کرتا ہے۔ آتا سب سے پہلے ہے اور جاتا سب سے پیچھے ہے۔ وہ شری ہنومان جی ہیں۔ جو بھیس بدل کتھا سُننے آتے ہیں۔ اگر تم اُن سے راہ و رسم بڑھاؤ، تو وہ باسانی درشن کرا دیں گے۔

تُلسی داس مندر میں دو چار دن گئے۔ اُس آدمی کو پہچان لیا۔ آخر جب اُسے اکیلا پایا۔ اُس کے پاؤں سے چمٹ گئے۔ اُس نے اُن سے بچنے اور پیچھا چھُڑانے کی کوشش کی لیکن یہ اپنے اِصرار پر قائم رہے۔ اُس آدمی نے پُوچھا۔ تُم کیا چاہتے ہو؟ یہ بولے آپ ہنومان جی ہیں۔ مجھے شری رام چندر جی کے درشن کرا دیجیئے۔ جواب ملا اگر یہی خواہش ہے، تو چترکوٹ چلے جاؤ، وہاں درشن ہوں گے۔

تُلسی داس جی یہ جواب سُن کر درشن کی آرزو میں چترکوٹ گئے۔ جنگل میں گورے اور سانولے رنگ کے دو راجکمار ہرن کے پیچھے تیر و کمان چڑھاتے ہُوئے نظر آئے۔ اُن کی شکل و صُورت نے انہیں فریفتہ کر لیا۔ لیکن کیا خیال تھا کہ یہی رام اور لکشمن ہیں۔ بعد میں پتہ چلا کہ درشن ہو گئے۔ تُلسی داس جی کو افسوس ہُوا۔ مگر دل سے اُن کی صورتوں کا عکس اپنے آئینہ میں لے لیا اور اُن کا دھیان کرنے لگے۔

اس کے بعد رنگ اور ہو گیا۔ ہر جگہ رام ہی رمے ہُوئے نظر آنے لگے۔ رام چرتر لکھنے کا فیصلہ کیا۔ اور اس خُوبی اور شان سے پُورا کیا، کہ جس کی نظیر نہیں ملتی۔ اِنسانی کیریکٹر کے ہر ایک پہلو کو بھگتی کے رنگ میں چلا دی، اور رامائن کی شکل میں ایسے ایسے نایاب رتن جمع کیئے، کہ جن کی قیمت پڑ ہی نہیں سکتی۔ کہتے ہیں۔ کہ تُلسی داس جی کو نویں کار کی سدھی حاصل تھی۔

ایک مقام پر کوئی برہمن مر گیا۔ اُس کی عورت ستی ہونے کو جا رہی تھی۔ راہ میں تُلسی داس جی ملے پرنام کیا۔ انہوں نے آشیرباد دی کہ سُہاگ وتی ہو۔ لوگوں نے کہا کہ اِس کا شوہر تو آج مر گیا ہے۔ یہ دُعا اب کس کام کی ہے۔ آپ نے کہا۔ میرے رام میں ساری برکتیں ہیں۔ یہ کہنا تھا کہ وہ براہمن جی پڑا اور کفن پھاڑ کر کہنے لگا کہ مجھے اس حالت میں یہاں کیوں لائے ہو؟

تُلسی جی کے اِشٹ رام چندر جی تھے۔ رام اور کرشن میں کوئی فرق نہیں۔ دونوں ہی وِشنو کے اوتار ہیں۔ لیکن اِشٹ کو جس خاص رُوپ میں مان لیا جائے۔ پھر اُس کے مُقابلہ میں کسی اَور کی عظمت نہیں رہتی۔ یہ یاترا کرتے کرتے برندا بن پہنچے۔ وہاں ہر جگہ کرشن جی کے مندر دیکھے۔ کرشن کا نام سب کی زبان پر تھا۔ رام کا نام کوئی نہیں لیتا تھا۔ اُنہیں تعجب ہُوا۔ فرمانے لگے۔ ؎

رادھا کرشن سب کوئی کہے آک ڈھاک اَور بیر
تُلسی یا برج میں کہا سیا رام سُوں ویر

اور پھر یہ کسی مندر میں نہیں گئے۔ ایک دن ایک ویشنو اُنہیں دھوکہ دے کر کرشن جی کے مندر میں لے گیا۔ جب اُنہوں نے کرشن جی کی مُورتی دیکھی تو مُسکرائے۔ اَور یہ دوہا کہا:۔ ؎

کیا کہوں چھبی آج کی بھلے بنے ہو ناتھ
تُلسی مستک تب نوے جب دھنش بان ہو ہاتھ

بھگوان کی لیلا دیکھے کہ بجائے بنسری کے اُسی وقت کرشن کے ہاتھ میں تیر و کمان دِکھائی دیئے۔ گوسائیں جی نے اُسی وقت ڈنڈوت پرنام کر کے اُن کا یش گایا اَور دھنیباد اَدا کیا۔ ؎

کریٹ مکٹ ماتھے دھرے دھنش بان لئے ہاتھ
تُلسی جن کارنے کرشن بھئے رگھو ناتھ

گوسوامی جی کے اَنو بھو اَور اُن کی رُوحانی بلند پروازیوں کا اگر مطالعہ کرنا ہو، تو تُلسی رامائن پڑھنی چاہیئے۔

پربھُو کا سہارا

کوی کرشن چندر۔ روی

جیون اُنہوں نے اپنا سنوارا ہے دوستو
جس نے پربھو کا نام لیا ہے دوستو
اُجڑا چمن گلوں سے سجائیں گے وہ بشر
دُنیا کے رنج و غم سے جو آگے نکل گئے
اُن کو سکون و چین نہ آئے گا عُمر بھر
نہ لعنتوں سے شُدھ رہیں گے جاہل کبھی مگر؟
دِن رات یوگی رہتے ہیں جو مست لوگ ہیں
پَیدا یہاں پہ ہوتے ہیں اَوتار دیوتا!
ہے کامیابی چُومتی اُن کے قدم روی

جن کو پربھُو کا ایک سہارا ہے دوستو
مانو جنم کی بازی وہ ہارا ہے دوستو
کانٹوں میں جس نے وقت گُزارا ہے دوستو
اُن کا نہ ہوگا جنم دوبارا ہے دوستو
مشکل میں جس نے حوصلہ ہارا ہے دوستو
نیکوں کو کافی ایک اِشارا ہے دوستو
گھٹ میں وہ دیکھیں ایش نظارا ہے دوستو
ہندوستاں وہ دیش ہمارا ہے دوستو
ہمت سے جس نے خود کو اُبھارا ہے دوستو

سُورج و چاند تارے بنائے ہیں جس نے روی
دونوں جہاں اُسی کا پسارا ہے دوستو

ستی مدالسا

مسلسل - قسط نمبر ۴

(از - حکیم رمل داس جی مضطر)

انگوٹھی میں مدالسا کا اپدیش

دھرماتما راجہ الرک نے پتر کی طرح اپنی پرجا کا پالن کیا۔ اُن کے راجیہ میں پرجا بہت سُکھی تھی۔ اور سب لوگ اپنے اپنے کاموں میں لگے رہتے تھے۔ دشٹوں کو ڈنڈ دیتے اور بھلے پرشوں کی اچھی طرح رکھشا کرتے تھے۔ انہوں نے بڑے بڑے یگیہ کیئے۔ اور بڑا آنند پراپت کیا۔ ان کے انیک پتر ہوئے۔ جو بڑے بلوان پراکرمی اور دھرماتما تھے۔ انہوں نے دھرم پوروک دھن اکٹھا کیا۔ اور دھرم پوروک ہی اس کا بھوگ کیا۔ اس طرح دھرم ارتھ اور کام میں من لگا کر پرتھوی کا پالن کرتے ہوئے الرک کو بہت سے برس گذر گئے۔ مگر انہیں وہ ایک دن کی مانند ہی جان پڑے۔ من کو پیارے لگنے والے وشیوں کو بھوگتے ہوئے انہیں کبھی بھی اُن کی طرف سے ویراگیہ نہیں ہوا۔ اُن کے من میں کبھی ایسا وچار نہیں اُٹھا۔ کہ اِس فانی سنسار کے سب سُکھ اور بھوگ ناپائیدار ہیں۔

اِن کے اِس طرح بھوگوں میں پھنسنے اور پرمادی ہونے کی خبر اُن کے بھائی سُباہو نے بھی سُنی۔ جو بن میں رہتے تھے۔ "الرک کو کسی طرح گیان پراپت ہو" اس کے لئے انہوں نے بہت دیر تک وچار کیا۔ آخر انہیں یہی ٹھیک معلوم ہوا کہ الرک کے ساتھ دشمنی رکھنے والے کسی راجہ کا سہارا لیا جاوے۔ ایسا نشچے کر کے وہ اپنا راجیہ لینے کے بہانے مہابلی کاشی راج کی شرن آئے۔ کاشی راج نے اپنی بشیمار سپاہ کے ساتھ الرک پر حملہ کی تیاری کی، اور دوت (سفیر) بھیج کر یہ کہہ دیا۔ کہ تم اپنے بڑے بھائی سباہو کو راج دے دو۔ الرک راج دھرم کو جانتے تھے۔ کاشی راج کے اس پیغام میں انہوں نے اپنی ہتک سمجھی۔ انہوں نے بھی بے باکی سے کاشی راج کے دوت کو جواب دیا۔ کہ میرے بڑے بھائی میرے ہی پاس آکر راج مانگ لیں۔ میں کسی کی دھونس میں آکر تھوڑی سی زمین بھی نہیں دوں گا۔ لیکن بدھیمان سباہو نے بھی بھائی سے راجیہ نہیں مانگا۔ انہوں نے سوچا۔ مانگنا کھشتریوں کا دھرم نہیں ہے۔ کھشتری تو پراکرم کا ہی دھنی ہوتا ہے۔ تب کاشی راج نے اپنی ساری سپاہ کے ساتھ راجہ الرک کے راجیہ پر چڑھائی کرنے کے لئے کوچ کیا۔ انہوں نے اپنے نزدیکی راجاؤں سے مل کر اُن کے سپاہیوں سمیت حملہ کیا۔ اور الرک کے نزدیکی راجاؤں کو اپنے بس میں کر لیا۔ پھر الرک کے راجیہ پر گھیرا ڈال کر اُن کو ستانا

شروع کیا۔ قلعوں بنوں کے محافظوں میں سے کسی کو تو دھن دے کر، کسی کو پھوڑ کر اور کسی کو ڈرا دھمکا کر اپنی طرف کر لیا۔ اِس طرح راجہ الرک کے حمایتی بہت ہی تھوڑے باقی رہ گئے۔ فوج بھی کم ہو گئی۔ اور خزانہ بھی خالی ہونے لگا۔ اِس سے راجہ کی چنتا بڑھی، اِن کا چت ویاکل ہو گیا۔ جب وہ بہت ہی حیران، دکھی اور لاچار ہو گئے اور بچاؤ کی کوئی صورت دِکھائی نہ دِی، تب اچانک اُنہیں اُس انگوٹھی کی یاد آ گئی۔ جسے ایسے ہی نازک وقت پر دیکھنے کے لئے اُن کی ماتا مدالسا نے اُسے دی تھی۔ تب اشنان کر کے اور پوتر ہو کر اُنہوں نے براہمنوں سے سوستی واچن کرایا، اور پھر انگوٹھی میں سے وہ اُپدیش پتر نکال کر دیکھا۔ اُس کے حروف بہت صاف تھے۔ راجہ نے اِس پر لکھے ہوئے ماتا کے اُپدیش کو پڑھا۔ پڑھتے ہی اُن کے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ اور آنکھیں خوشی سے کھل گئیں۔ وہ اُپدیش اِس طرح تھا:-

सङ्गः सर्वात्मना त्याज्य सन्त्युक्त न शाकयते ।
स साहि सह कर्तव्य स्ता सङ्ग हि भेषजम ॥
काम सर्वात्मना हेयो हातुं चेवदकयते न स ।
ममुक्षां प्रति तत्कार्य सैव तस्यापि भेवजम् ॥

مطلب یہ کہ سنگ (آسکتی) سب طرح سے تیاگ کرنا چاہیئے۔ لیکن اگر وہ تیاگا نہ جا سکے، تو ست پُرشوں کا سنگ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ ست پُرشوں کا سنگ ہی اِس کی دوائی ہے۔

(۲) سبھی قسم کی کامنا کو چھوڑ دینا چاہیئے۔ لیکن اگر وہ چھوڑی نہ جا سکے تو (مُکتی) کی ہی کامنا کرنی چاہیئے۔ کیونکہ مُکتی کی کامنا ہی سب کامناؤں کو چھڑا دینے کی دوائی ہے۔

دوہا:- سنگ سبھی تجیئے، یدی سنگ تجا نہ جائے
ست پُرشوں کا سنگ کر جو سب سنگ مٹائے
سبھی کامنا تیاگئے۔ یدی نہ تیاگی جائے
مُکتی کی کر کامنا۔ جو سب کام نسائے

مہاتما دتاترے جی کا یوگ اُپدیش

انگوٹھی کے اُپدیش کو کئی بار پڑھ کر راجہ نے سوچا منشوں کا کلیان کیسے ہو گا؟ مُکتی کی خواہش کے پربل ہونے پر، اور مُکتی کی کامنا جاگرت ہو گی۔ ست پُرشوں کا سنگ کرنے سے۔ اِس لیئے ست پُرشوں کا سنگ ہی سب دُکھوں اور کلیشوں کے مٹانے کی اکسیر دوائی ہے۔ یہ سوچ کر راجہ الرک ست سنگ کے لیئے بے تاب ہو اُٹھے، اور بہت ہی عجز اختیار کر کے دست بستہ مہاتما دتاترے کی شرن میں گئے۔ اُن چرنوں میں پرنام کر کے راجہ الرک نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔ براہمن آپ شرنا رتھیوں کو شرن دینے والے ہیں۔ مجھ پر کرپا کیجیئے۔ پربھو، مَیں سنساری بھوگوں میں بہت ہی غلطان اور بہت دُکھی ہُوں۔ آپ کرپا کر کے اپنے اُپدیش امرت سے میرے دُکھ کو دُور کیجیئے۔

دتاترے جی :- راجن ! میں ابھی تمہارا دُکھ دُور کرتا ہُوں۔ سچ سچ بتاؤ۔ تمہیں کس لئے دُکھ ہُوا ہے ؟

الرک :- بھگون اِس شریر کے بڑے بھائی اگر راجیہ لینے کی خواہش رکھتے ہیں۔ تو یہ شریر تو پانچ بھوتوں کا بنا ہُوا ہے۔ گُن ہی گنُوں میں برت رہے ہیں۔ اِس لئے میرا اِس میں کیا ہے ؟ شریر میں رہ کر بھی وہ اور میں دونوں ہی شریر سے الگ ہیں۔ پُرش (آتما) کا اِس راجیہ اور ہاتھی گھوڑے رتھ وخزانے وغیرہ سے رتی بھر بھی سمبندھ نہیں ہے۔ اِس لئے نہ تو میرا کوئی دُشمن ہے اور نہ ہی مجھے دُکھ یا سُکھ ہوتا ہے۔ یہ راجیہ، یہ خزانہ، ہاتھی، گھوڑے، سپاہ نہ تو سیاہو کے ہیں، نہ کسی دُوسرے کے اور نہ ہی میرے ہیں۔ جس طرح کلس گھڑے یا کمنڈل میں ایک ہی آکاش ہے، تو بھی برتنوں کے بھید سے بہت طرح کا معلوم ہوتا ہے۔ اِسی طرح سیاہو کاشی راج اور میں الگ شریروں میں رہ کر بھی ایک ہی ہیں۔ شریروں کے بھید سے ہی بھید معلوم ہوتا ہے۔ منش کی بُدھی جس جس وستُو میں آسکت ہوتی ہے —— وہاں وہاں وہ دُکھ کا کارن ہی ہوتی ہے۔ میں تو پرکرتی سے پرے آتما ہُوں۔ اِس لئے دُکھی ہُوں اور نہ سُکھی ہُوں۔ جو سنساری بھوگوں میں ممتا کے کارن پھنسا ہُوا ہے۔ وُہی ہی تو دُکھ سُکھ کا انُوبھو کرتا ہے۔

دتاترے جی :- راجن ! جو کچھ تم نے کہا ہے۔ ٹھیک ہے۔ ممتا ہی دُکھ اور ممتا کا نہ ہونا سُکھ کا کارن ہے۔ بڑی خُوشی کی بات ہے، کہ صرف میرے پاس بیٹھنے سے ہی تمہیں گیان پراپت ہو گیا۔ جس نے تمہاری ممتا کو سمبر کی روئی کی طرح اُڑا دیا۔ راجن اِنسان کے ہردے میں "اگیان رُوپی مہان درخت" اُگا ہُوا ہے۔ وہ اہنکار رُوپی بیج سے پیدا ہُوا ہے۔ ممتا ہی اُس کا تنا ہے۔ گھر اور کھشیتر ہی اس کی اُونچی اُونچی شاخیں ہیں۔ استری اور پُتر وغیرہ نرم نرم پتے ہیں۔ دھن و مال بڑے بڑے پتے ہیں۔ وہ اگیان رُوپی درخت اناوی کال سے بڑھتا چلا آتا ہے۔ پُنیہ اور پاپ ہی اس کے دو پھول ہیں۔ سُکھ اور دُکھ اس کے پھل ہیں۔ وہ اگیان رُوپی درخت مُکتی کے مارگ کو روکے کھڑا ہے۔ اگیانی پُرشوں کا سنگ ہی اِس درخت کے لئے سنچائی کا کام کرتا ہے۔ جو لوگ سنسار مارگ کی یاترا سے تھک کر اِس درخت کا آسرا لیتے ہیں۔ وہ بھرم پُورن اگیان اور متھیا سُکھ کے آدھین ہو جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو سچا سُکھ اور مُکتی کیسے مل سکتی ہے ؟ مگر جو ست سنگ رُوپی پتھر پر گھس کر تیز کئے ہُوئے گیان رُوپی کلہاڑے سے اِس ممتا رُوپی درخت کو کاٹ ڈالتے ہیں۔ وہ وِدوان پُرش ہی موکش پراپت کر سکتے ہیں۔

الرک :- بھگون ! آپ کی کرپا سے مجھے آتم گیان تو پراپت ہو گیا ہے۔ مگر میرا من دشیوں میں پھنسا ہُوا ہے۔ اِس لئے اِس میں گیان ٹھہر نہیں سکتا۔ تب میں اِس پرکرتی کے بندھن سے کیسے چھوٹوں گا۔ کس طرح میں آواگون سے مکتی حاصل کروں گا۔ کس طرح نرگُن بھاو کو پراپت ہُوں گا۔ اور کیسے سناتن برہم کے ساتھ ایکتا پراپت کر سکوں گا ؟ پربھو مجھے کوئی ایسا اُتم یوگ بتایئے کہ جس سے میں مُکت ہو سکوں۔ اِس کے لئے میں آپ کے چرنوں میں سر رکھ کر پرارتھنا کرتا ہُوں۔ کیونکہ آپ جیسے سنتوں کا سنگ ہی ہم اگیانیوں کا پرم اُپکار کرنیوالا ہے۔

مکتی گیان سے ملتی ہے

دتاترے جی :۔ راجن یوگی کو گیان پراپتی ہوکر اگیان کا جڑ سے مٹ جانا ہی مکتی ہے۔ اور وہی برہم کے ساتھ ایکتا اور پراکرت گنوں سے الگ ہوتا ہے، مکتی یوگ سے ہوتی ہے۔ یوگ اُلو بھو گیان سے پراپت ہوتا ہے، اور اُلو بھو گیان ویراگ پیدا کرنے والے دکھوں سے اور دُکھ ہوتا ہے۔ ممتا کی وجہ سے۔ استری پتر دھن آدک میں لگاؤ ہونے پر۔ اس لئے جو پرش مکتی چاہے وہ سنگ (لگاؤ) کو دکھ کا مول سمجھ کر کوشش کر کے تیاگ دے۔ کیونکہ سنگ یعنی لگاؤ نہ ہونے پر میرے تیرے پن کی بھاونا دور ہوجاتی ہے۔ ممتا کا ابھاو ہی سکھ کا سادھک ہے۔ ویراگ سے سنساری وشیوں میں دوش دکھائی دینے لگتا ہے۔ گیان سے ویراگیہ اور ویراگیہ سے گیان پیدا ہوتا ہے۔ جس سے مکتی ہے۔ وہی گیان ہے۔ اس کے سوا سب اگیان ہے۔ پنیہ اور پاپوں کو بھوگ لینے سے۔ نتیہ کرموں کو نشکام بھاو سے کرتے رہنے سے اور سنچت کرموں کے نشٹ ہوجانے سے منش بار بار بندھن میں نہیں پڑتا۔ راجن! یہ تمہیں گیان کے بارے میں کچھ باتیں بتلائی گئیں۔ اب یوگ کا گیان سنو۔ جسے پراپت کر لینے پر پرش سناتن برہم سے کبھی الگ نہیں ہوتا۔

ست پرش دتاترے کے سنگ سے راجہ الرک پورن گیانی اور یوگی ہوگئے۔ ان کے سبھی شوک موہ سے پیدا ہونے والے دکھ نشٹ ہوگئے۔ اس طرح شاد کام ہوکر انہوں نے دتاترے جی کے چرنوں میں پرنام کر کے بہت ہی خوش ہوکر کہا۔ بھگون! دیوتاؤں نے مجھے دشمنوں کے ذریعہ ہرا کر میرے سامنے پرانوں کو خطرے میں ڈالنے والا بھے پیدا کر کے مجھ پر بڑی کرپا کی ہے۔ کاشی راج نے اپنی پربل شکتی کے ساتھ حملہ کر کے میری تباہی کا سامان مہیا کر دیا تھا۔ مگر اسی سے مجھے آپ کے چرنوں کی شرن لینے کا سوبھاگیہ حاصل ہوا۔ اوہو! کتنے سوبھاگیہ اور آنند کی بات ہے۔ خوش قسمتی سے ہی میری فوجی طاقت گھٹ گئی۔ خوش قسمتی سے ہی میرے سب سیوک (خیر خواہ) مارے گئے یا دشمن سے مل گئے۔ خوش قسمتی سے میرا خزانہ خالی ہوا۔ خوش قسمتی سے مجھے جان جانے کا بھے پراپت ہوا۔ اور خوش قسمتی سے ہی مجھے اپنی ماتا کی انگوٹھی کے اپدیش کی یاد آئی۔ جسے پڑھ کر خوش قسمتی سے مجھے آپ جیسے ست پرش کی شرن لینے کا سوبھاگیہ پراپت ہوا۔ اور خوش قسمتی سے ہی آپ نے مجھے اپنایا، اور ست اپدیش دے کر کرتارتھ کیا۔ جس سے میرے سارے کشٹ مٹ گئے۔ اور سچی شانتی پراپت ہوئی ہے۔

بھگون! جب منش کے اچھے دن آتے ہیں، تو تب برائی سے بھلائی نکل آتی ہے۔ جیسے اس وقت دشمن کی پیدا کی ہوئی مصیبت بھی آپ کی کرپا سے میرا اپکار کرنے والی ثابت ہوئی۔ بھائی سباہو اور کاشی راج کو اب میں اپنا دشمن نہیں مانتا۔ بلکہ ان دونوں نے مجھ پر بڑا اپکار کیا ہے۔ اگر وہ مجھ پر حملہ نہ کرتے۔ تو میں آپ کی شرن میں کیسے آتا؟ اور میرا اُدھار کیسے ہوتا۔ آپ میرے گیان داتا گورو ہیں۔ اس لئے اب میں

آپ سے آ گیا لے کر گرہست آشرم کو تیاگ دوں گا۔ جو کہ دکھ روپی درختوں کا گھنا جنگل ہے۔

دتاترے جی :- جاؤ تمہارا کلیان ہو۔

یہ سُن کر مہاتما الرک نے انہیں پرنام کیا، اور بڑی جلدی کے ساتھ وہاں پر آئے کہ جہاں اُن کے بھائی سباہو اور کاشی راج تھے۔ وہاں جا کر انہوں نے اپنے بھائی سباہو کو پرنام کر کے ہنستے ہوئے کہا۔ "راجیہ کی خواہش رکھنے والے کاشی راج۔ اب تم اس جیتے ہوئے راجیہ کو بھوگو، یا اگر تمہاری مرضی ہو، تو بھائی سباہو کو دے دو۔

کاشی راج :- الرک! تم نے یدھ کے بغیر ہی کیوں راج چھوڑ دیا۔ یدھ کرنا تو کھشتری کا دھرم ہے۔ اور تم کھشاتر دھرم کو جانتے ہو، کہ جب فوج اور لشکر سب ہار جائے، تو راجہ خود ہی موت کا بھے چھوڑ کر اپنے دشمن کو نشانہ کر کے بان مارے، اور اسے جیت کر سکھ پوروک راجیہ بھوگے۔

الرک :- بیر تمہارا کہنا سچ ہے۔ میرے من میں بھی ایسے ہی وچار اٹھتے تھے۔ مگر میرا خیال بدل گیا ہے۔ اس کا کارن سُنو۔ راجن! تمہارے بھے سے بہت دکھ پا کر میں نے یوگیشور دتاترے کی شرن لی۔ اور ان کے ست اپدیش سے اب مجھے گیان پراپت ہو گیا ہے۔ سب اندریوں کو جیت کر اور سب طرف آسکتی کو ہٹا کر من کو برہم میں لگانا، اور اس طرح من کو جیت لینا ہی سب سے بڑی وجے ہے۔ جیسا کہ کہا ہے کہ ؎

"من جیتے جگ جیت"

اس لئے میں اب دشمن نہیں ہوں، اور تم بھی میرے دشمن نہیں ہو۔ نیز یہ سباہو بھی اب میرے ورودھی (مخالف) نہیں ہیں۔ میں نے ان سب باتوں کو اچھی طرح سمجھ لیا ہے۔ اس لئے راجن! اب اپنے لئے تم کوئی دوسرا دشمن تلاش کرو۔

مہاتما الرک کے منہ سے یہ سب باتیں سن کر ان کے بڑے بھائی سباہو بہت ہی خوش ہو کر اٹھے۔ اور دھنیہ دھنیہ کہتے ہوئے چھاتی سے لگا لیا۔ اس کے بعد وہ کاشی راج سے بولے۔ "مہاراج! میں جس کام کے لئے آپ کی شرن آیا تھا، وہ میرا کام پورا ہو گیا۔ اب میں جاتا ہوں۔ تمہارا کلیان ہو"۔

کاشی راج :- تم کس لئے میرے پاس آئے تھے، اور تمہارا کون سا کام پورا ہوا، یہ تو بتاؤ۔ مجھ کو تمہاری باتوں سے بڑا تعجب ہوتا ہے۔ تم نے تو میرے پاس آ کر کہا تھا۔ کہ موروثی راج الرک نے چھین رکھا ہے اور وہ ان سے جیت کر مجھے دلا دو۔ تب میں نے تمہارے بھائی الرک پر حملہ کر کے تمہارے ہی لئے راجیہ جیتا۔ اب تم اسے سنبھالو۔ اس پر تمہارا ہی حق ہے۔

سباہو :- کاشی راج میں نے جس مقصد سے یہ کوشش کی تھی۔ وہ بتلاتا ہوں۔ سنو! میرا یہ چھوٹا بھائی الرک تو گیانی ہو کر بھی سنساری بھوگوں میں پھنسا ہوا تھا۔ میرے دو بڑے بھائی تو گیانی ہیں۔ ان کو اور مجھے بھی ہماری ماتا مدالسا نے جب بچپن میں دودھ پلایا تھا۔ تو اس وقت لوریوں کے ذریعہ ہمارے کانوں میں

گیان بھی بھر دیا تھا۔ جس سے ہم سنساری سُکھوں کو چھوڑ کر اور تیاگی ہو کر بن میں نج سوروپ سُکھ میں مگن تھے۔ مگر ہمارے پِتا کی آگیا سے ہماری ماتا نے ہمارے اِس چھوٹے بھائی الرکؔ کو راج نیتی اور گرہست دھرم کی شِکشا دی۔ اِس لئے یہ سنسار کے دھندوں میں پھنس کر اُس تتو گیان سے محروم رہ گیا تھا۔ اور اس بات سے ہم سب بھائیوں کو بہت افسوس تھا، کہ ہمارا ایک بھائی موکھش کے پرم سُکھ سے محروم رہ جائے۔ جیسے ایک ساتھ سفر کرنے والوں میں سے کسی ایک کو کشٹ میں دیکھ کر باقی بھلے مسافروں کو بھی دُکھ ہوتا ہے۔ اِس طرح الرک کو راجیہ سُکھ اور گرہست آشرم کے موہ میں پھنسا دیکھ کر ہم تینوں ہی بھائیوں کو بہت کشٹ ہوتا تھا۔ کیونکہ اس نے بھی اُسی ماتا کا دُودھ پیا ہے۔ اور یہ ہمارے اِس شریر کا سمبندھی ہے۔ ہمارا عزیز اور چھوٹا بھائی ہے۔ لیکن سُکھ کی حالت میں یہ ہمارے اُپدیش پر دھیان نہ دیتا۔ اس لئے مَیں نے سوچا کہ دُکھ پڑنے پر ہی اِس کے من میں ویراگیہ پیدا ہوگا۔ اِس لئے مَیں نے یُدھ کے لئے تمہارا آشرا لیا۔ پھر کشٹ میں پڑنے پر اسے ویراگیہ پیدا ہُوا۔ ویراگیہ پیدا ہونے پر دُکھ سے چھُوٹنے کا اُپائے کیا ہے۔ یہ ماتا نے انگوٹھی میں بند کر کے اُسے بتلایا تھا۔ چنانچہ اُپدیش کو پڑھ کر ہی یہ سنت شرومنی دتاترے جی کی شرن میں گیا۔ کیونکہ سنت سماگم ہی سنساری روگ کی اکسیر اوشدھی ہے۔ مہاتما دتاترے کی کرپا سے اب اِس کو تتو گیان ہو گیا ہے۔ بس یہی میرا مقصد تھا۔ جو آپ کی مدد سے مَیں نے پراپت کر لیا ہے۔ راجیہ وغیرہ سے ہمارا کچھ مطلب نہیں ہے۔

"ہماری ماتا مدالسا کے گربھ میں رہ کر اور اُس کے تھنوں کا دُودھ پی کر یہ الرکؔ مکتی سے محروم رہ کر کسی دُوسری ماتا کے گربھ نہ جا گرے۔ یہی وِچار کر آواگون کے چکر سے بچانے کے لئے ہی مَیں نے تمہارا سہارا لیا تھا۔ سو یہ سب کام پورا ہو گیا ہے۔ اب مَیں جاتا ہُوں۔

راجن! جو لوگ دُکھ میں پڑے ہُوئے اپنے بھائی، متر یا رِشتہ دار کی سہائتا نہیں کرتے۔ یا کلیان مارگ سے بھٹکے ہُوئے کو راہِ راست نہیں دِکھاتے۔ میرے وِچار میں اُن کا منُش جنم لینا عبث ہی ہے۔ ہمارا بھائی ہو کر الرکؔ موکھش کے سُکھ سے محرُوم رہ جائے، تو اِس میں ہمارا ہی دوش سمجھا جائے گا۔ اور ہماری ہی نندا ہوگی۔ جیسا کہ کہا ہے۔ ؎

اگر بینم کہ نابینا و چاہ است
دگر خاموش بنشینم گناہ است

ترجمہ:۔ اگر تُو دیکھتا ہے کہ ایک نابینا (اندھا) جا رہا ہے اور آگے کنُواں ہے، اور تُو چُپ بیٹھا رہتا ہے، تو یہ پاپ ہے۔

مہاراج یہی وِچار کر آپ کی مدد سے مَیں نے یہ بہت بڑا کام کیا ہے۔ آپ کا کلیان ہو۔ اب مَیں جاتا ہُوں۔ راجہ تم بھی گیانی بنو۔

کاشی راج کو اُپدیش کتھا سماپتی

کاشی راج نے کہا۔ مہاراج! بلا شبہ تم نے الرک کا بہت بڑا اُپکار کیا ہے۔ اب میرے کلیان کے لئے آپ اپنا من کیوں نہیں لگاتے ہے؟ ست پُرشوں کا ملاپ تو ہمیشہ کلیان کارہی (کلیان کرنے والا) ہی ہونا ہے۔ اسی لئے آپ کے سنگ سے میرا بھی اُدّھار ہونا چاہیئے۔

سباہو:- راجن! دھرم ارتھ کام اور موکھش یہ چار پُرشارتھ ہیں۔ ان میں سے دھرم ارتھ اور کام تو آپ کو پراپت ہیں۔ صرف موکھش سے آپ محروم ہیں، جو کہ پرم پرشارتھ ہے۔ اس بارے میں میں اختصار سے جو نویدن کرتا ہوں، اسے آپ سُنیئے، اور ایکاگر من سے اچھی طرح وچاریئے۔ پھر سچے دل سے اپنے کلیان کی کوشش میں لگ جایئے۔ راجن! "یہ میرا ہے۔ یہ میں ہوں" اس طرح کا احساس تمہیں نہیں ہونا چاہیئے۔ (اہم رنیں) یہ تمام کس کا ہے۔ اس بات کا سدا وچار کیجئے۔ اویکت سے لے کر وشیش تک جو وکار رہت، اچیتن، ویکت اور اویکت تتو ہے۔ اسے جاننا چاہیئے۔ اور ان کا گیاتا جو میں ہوں۔ وہ میں کون ہوں"۔ اسے بھی جاننا چاہیئے۔ اس "میں" کو جان لینے پر تمہیں سب گیان ہو جائے گا۔ انا تما میں آتم بدھی ہونا اور جو اپنا نہیں ہے۔ اُسے اپنا ماننا یہی اگیان ہے۔

راجن! میں سرو ترویاپک آتما ہوں۔ تو بھی آپ کے پوچھنے پر لوک بیوہار کی درشٹی سے میں نے یہ باتیں آپ کو بتا دی ہیں۔ اب میں جاتا ہوں۔

کاشی راج کو اس طرح کہہ کر سباہو وہاں سے چلے گئے اور کاشی راج نے بھی الرک کا ستکار کرکے اپنے نگر کی راہ لی۔ اب الرک نے اپنے بڑے بیٹے کو راجیہ سونپ دیا۔ اور خود سب طرح کی ممتا کو تیاگ کر آتم چنتن کے لئے بن کو چلے گئے۔ اور وہاں بہت عرصہ تک ابھیاس کر کے پرم نروان کو پراپت ہوئے۔

انتم نویدن

پیارے پاٹھک گن۔ ستی مدالسا کی کتھا یہاں پر سماپت ہوتی ہے۔ کہنے کو تو یہ کتھا ہے۔ جس سے سگرہستیوں کو کافی شکشا مل سکتی ہے۔ مگر اصل میں النکار روپ سے اس میں یوگ اور برہم گیان کے حصول کے مدارج بتلائے گئے ہیں۔ "مدالسا" کے ارتھ ہیں جس میں مد یعنی اہنکار اور ممتا کا آلس ہو۔ یعنی جس میں مد اور اہنکار بالکل نہ ہو۔ رت دھوج کے ارتھ ہیں۔ عملی طور پر ستیہ کا جگیاسو۔ اُن کے پتا شترو جت۔ کام کرودھ وغیرہ دشمنوں پر وجے پانے والی آتم شکتی ہیں۔ تال راج کے دونوں بیٹے شردھا اور وشواش ہیں۔ اور تال راج اُتساہ (ہمت و استقلال) کا مجسمہ ہیں۔ پاتال کیتو موہ اور اُس کا بھائی تال کیتو آلس ہے۔ مدالسا کی سکھی کُنڈلا تپ یا ابھیاس ہے۔ جسکی مدد سے موہ کا ناش ہوتا ہے اور مدالسا اور رت دھوج کا ملاپ ہوتا ہے۔ مدالسا کے پہلے تین بیٹے نورتی مارگ کے نمائندہ ہیں اور چوتھا بیٹا الرک پرورتی مارگ کا پیرو کار ہے۔

مہاتما داتا گرو دیو ہیں۔ جو برہما، وشنو اور شو تینوں ایشور یہ مہان شکتیوں کا سوروپ ہیں۔ جن کی کرپا کے بغیر کسی بھی موہ ممتا میں پھنسے ہوئے جیو کا اُدھار نہیں ہو سکتا۔ اس طرح ستی مد انسیا کا چرتر بہت ہی اَوبھُت ہے۔ گرہستیوں کو تو یہ ہمت اور استقلال کا سبق سکھاتی ہے۔ اور یوگیوں اور گیانیوں کو موکھش مارگ کی تلقین کرتی ہے۔ اس لئے اپنا کلیان چاہنے والے سجنوں کو اسے صرف ایک دفعہ پڑھ کر نہ رہ جانا چاہیئے۔ بلکہ بار بار اس کتھا کا پاٹھ کر کے وچار کرنا چاہیئے۔ تبھی اس کتھا سے پُورن لابھ اُٹھایا جا سکے گا۔

سرب آتما بھگوان ایسی کرپا کریں، کہ اس پوتر کتھا کو پڑھنے والوں کے چت سے بھی اہنکار اور ممتا کا بیج نشٹ ہو کر انہیں ست گیان (سرب آتم بھاؤ) کی پراپتی ہو جائے۔ (اوم شم)

فضیلت سیرت

شری لکشمی چند گروور۔ شاہد
نئی دہلی

بخشش ساقی — قطعہ

قطعہ:- تیری بخشش کا میں پرستار ہوں ساقی
بس ایک ہی جرعہ کا طلب گار ہوں ساقی
ان رندوں کی قطار میں باری کو نہ دیکھ
تشنگی سے نحیف اور لاچار ہوں ساقی

فریب نظر — قطعہ

جسے یگانہ سمجھا اُف! بیگانہ نکلا
جسے فرزانہ سمجھا۔ وہ دیوانہ نکلا!
یہ دُنیا کیا ہے؟ شاہد۔ اک فریب نظر
سمجھا تھا با ہوش جسے۔ وہ مستانہ نکلا

قطعہ

حق پرستی کا علم بردار ہوں میں
تصنع و بناوٹ سے بیزار ہوں میں
سچ کہدوں۔ اے شاہد صورت کا نہیں
تہ دل سے سیرت کا پرستار ہوں میں

مہرشی پاتنجلی کا یوگ شاستر

مترجم منشی سورج نارائن مہر

پانچویں فصل

وکشیپ اور اُن کا علاج

سمادھی بہم پہنچنے میں وکشیپ یعنی من کی چنچلتا یا اضطراب قلب حارج ہوا کرتا ہے۔ اس اضطراب کے باعث مندرجہ ذیل درج ہیں:۔

بیماری، کم چوری، شک، بے پروائی، آلکس، ہوا و ہوس، مغالطہ، مقام پر نہ پہنچنا، بے ثباتی، دُکھ، من کا ٹھیراؤ نہ ہونا، گھبراہٹ اور آتے جاتے سانس۔ بہتر ہوگا کہ ان الفاظ کے معنی بھی کھول دیئے جائیں۔ چنانچہ میں اپنے یوگ درشن کی شرح سے مختصر معنی یہاں نقل کرتا ہوں۔

بیماری خلطوں کی ناہمواری کا نام ہے۔ یعنی جسم میں صفرا، سودا وغیرہ کا کم و بیش ہو جانا، اور اس سے بخار، زکام، کھانسی وغیرہ ہو جاتی، کم چوری وہ حالت نفس ہے جس میں چیت کام کاج اور دھیان وغیرہ سے بھاگتا ہے۔ شک، دو پہلو والی برتی کو کہتے ہیں کہ آیا یہ بات یوں ہے یا دُوں۔ بھگوان کرشن نے گیتا میں کہا ہے کہ تین آدمیوں کا ناش ہو جایا کرتا ہے۔ جاہل کا بے اعتقاد کا اور شکی کا۔ بے پروائی سمادھی کے سادھنوں میں شوق کا نہ ہونا ہے۔ مغالطہ چیز کے کچھ جان لینے کو کہتے ہیں۔ جیسے نفس کی حالت کچھ ہے۔ اور سمجھ بیٹھے کچھ اور۔ مقام پر نہ پہنچنے کے یہ معنی ہیں کہ خاص خاص یاعثوں سے خاص درجوں پر پہنچنا۔ بے ثباتی وہ ہے کہ درجۂ خاص پر آدمی پہنچے تو سہی، مگر وہاں ٹھیراؤ نصیب نہ ہو، دُکھ چیت کا راجسی پرنیام ہے۔ اور اس سے ناخوشگواری محسوس ہوا کرتی ہے۔ من کے ٹھیراؤ نہ ہونے کے باعث بیرونی اسباب بھی ہوا کرتے ہیں۔ اور اندرونی بھی۔ ان کا مفصل بیان ہم آسنوں کے متعلقات میں لکھ آئے ہیں۔ گھبراہٹ سے اعضائے جسم کانپنے لگتے ہیں اور آسن نہیں جمتا۔ اندر آتے جاتے سانس دھیان جمانے میں حارج ثابت ہوا کرتے ہیں۔ رہ رہ کر دھیان ان کی طرف جاتا ہے، اور جس شئے پر جماتا ہے، اُس پر نہیں جمتا۔

یہ وکشیپ یعنی اضطراب کی حالتیں ہیں۔ جو چیت کو ستھر یعنی یکسو نہیں ہونے دیا کرتیں۔ سمادھی کے طالب کے واسطے ان کا علاج کرنا ازبس ضروری ہے۔ بھگوان پتنجلی علاج کے واسطے متعدد ابھیاس یا مشقیں بتاتے ہیں۔ اب ہم ان کی تشریح شروع کرتے ہیں۔ چونکہ ان سے من کا ٹھیراؤ حاصل ہوتا ہے۔ اس

واسطے انہیں بھی سماودھی کی بیسلیں ہی شمار کرنا چاہیئے۔

۱۔ **ایک تتو کا ابھیاس** :۔ مضطرب چت میں ٹھیراؤ پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے۔ کہ اضطراب پیدا کرنے والے خیالات کی طرف سے چت کو ہٹاؤ، اور ایک تتو کا دھیان کرو۔ تتو کے معنوں میں اختلاف ہے۔ راجہ بھوج اپنی برتی میں ایک تتو کے معنی یہ دیتے ہیں کہ سانکھیہ کے پچیس ۲۵ تتو میں سے آدمی کسی ایک تتو کا ابھیاس کیا کرے جو اس کی سمجھ میں بیٹھتا ہے اور چت کو مرغوب و مطبوع ہے۔ بھگوان ویاس اپنے بھاشیہ میں ایک تتو سے ایشور مراد لیتے ہیں۔ نفس مطلب دونوں کا ایک ہے، اور وہ یہ ہے، کہ اضطراب پیدا کرنے والے خیالات کو چت میں داخل نہ ہونے دو۔ ہوں توسعی و کوشش کے ساتھ نکالو۔ اور کسی ایک چیز خاص کا دھیان کیا کرو۔ چونکہ دھیان اس ایک چیز کا ہوگا۔ لہذا مضطرب کرنے والے خیالات کی طرف نہیں جانے پائے گا۔ جتنی زیادہ مشق تکرار و اعادے سے ہوتی جائے گی۔ اُتنی ہی اضطراب اور اشانتی کی جگہ یکسوئی اور شانتی کی عادت پڑتی جائے گی۔ یہ عادت مستحکم ہو کر سماودھی پر جا کر ختم ہوگی۔

۲۔ **اخلاقی برتاؤ** :۔ سُکھ دُکھ اور نیکی بدی کے ساتھ ہم آہنگی رحم خوشی اور بے پرواہی برتنے سے چت میں شانتی اور ٹھیراؤ آیا کرتا ہے۔ یہ عملی اخلاقی اصول ہیں، جو اضطراب کی وجوہات بھی بتلاتے ہیں، اور اُن کے دُور کرنے کا طریق بھی۔ انسان کا قاعدہ ہے کہ کسی کو سُکھی دیکھتا ہے، تو حسد کی آگ میں جلنے لگتا ہے کہ ہائے یہ تو ایسا خوش اور ہمیں یہ بات نہیں۔ یا کسی کو دُکھی دیکھتا ہے، تو رنج و ناخوشی کا نظارہ اپنی نظر سے ہٹانے کے واسطے اُس سے بھاگنا چاہتا ہے، یا نیکوں کو دیکھتا ہے۔ تو چونکہ اپنی ذات میں یہ وصف نہیں پاتا۔ اس لئے اُن سے کُڑھتا ہے، یا بدوں کو دیکھتا ہے، تو اُن کی تقلید کرنے سے خود بھی بُری عادتیں اختیار کر لیتا ہے۔ چاروں باتیں ایسی ہیں کہ من کو اشانت اور مضطرب رکھتی ہیں اور یکسو نہیں ہونے دیتیں۔ بھگوان پتنجلی ان چاروں کے علاج بتاتے ہیں۔ اُن سُنہری اصولوں پر عمل درکیا جائے، تو آدمی کی زندگی سُدھرے گی، اور اشانتی کی بجائے شانتی رُونما ہو کر قلب یک سُو رہنے کی عادت بہم پہنچائے گا۔

(۱) کسی کو سُکھی دیکھو، تو حسد کرنے اور کُڑھنے کی بجائے اُس کے ساتھ ہم آہنگی کرو۔ یعنی جیسا وہ خوش ہے۔ اسی طرح تم بھی خوشی کا اظہار کرو۔ اوّل اوّل طبیعت پر جبر کرنا پڑے گا۔ رفتہ رفتہ حسد کی خراب عادت چھوٹ جائے گی، اور تم دُوسروں کی خوشی دیکھ کر حقیقت میں تہ دل خوش ہونے لگو گے جو نہایت شانتی وایک عادت ہے۔

۲۔ اسی طرح دُکھیوں کو دیکھو، تو اُن سے پہلو بچاؤ اور بھاگو نہیں۔ بلکہ یہ عادت ڈالو کہ ہر شخص کا دُکھ دیکھ کر تمہارے دل میں رحم یا دیا جوش مارنے لگے، کہ ہم کس طرح اس کا دکھ دور کریں۔

۳۔ نیکوں کو دیکھ کر تہمیں اندرونی خوشی ہونی چاہیئے، اور کتنی ہی قربانی کیوں نہ کرنی پڑے۔ اُن کے قدموں پر چلنا چاہیئے۔

۴۔ اِس کے برعکس اگر ہوسکے تو بدوں کی بدی کا علاج مستحسن طریق سے کرنا چاہیئے۔ نہ ہوسکے تو اُن سے بے پروائی برتنی چاہیئے۔ نہ کہ اُن کی تقلید کرنی چاہیئے۔

اِن اخلاقی اصُول کو جو شخص اپنا دستور العمل بناکر عمل میں لاتا ہے۔ وہ جلد ترچت پرساد یعنی صفائے قلب حاصل کرلیتا ہے۔ جو سمادھی کا قدم اوّل ہے۔ بھگوان کرشن گیتا میں فرماتے ہیں :۔

پاتے ہی صفائے قلب یہ ہے دستور سب دُکھ اور درد ہوتا ہے دل سے دُور
دِل جس کا ہوگیا مصفّا وہ شخص ہوجاتا ہے جلد قائم العقل ضرور

۳ :۔ پرانا یام :۔ پرانا یام کا ابھیاس بھی چت کے ٹھیراؤ میں بہت ہی کارآمد ثابت ہُوا کرتا ہے۔ اِس کا مفصل بیان پہلے ہوچکا ہے۔ اِس واسطے یہاں کچھ اور لکھنے کی ضرورت نہیں۔

۴ :۔ وِشئے کا انوبھو :۔ وِشئے پانچ ہیں، گندھ رس رُوپ سپرش اور شبد۔ اور ان کا بیان سانکھیہ کے پچیس تتوؤں میں دیکھو۔ اِن کا انوبھو یا احساس اس طرح کیا جاتا ہے۔ ناک کے اگلے حصّے میں یہ دھیان کرتے ہیں کہ خاص خوشبو آرہی ہے۔ کچھ عرصے کے ابھیاس سے وہ خوشبو حقیقت میں آنے لگتی ہے۔ یہ وِشئے کا انوبھو ہے۔ جہاں ہونے لگا۔ اضطراب قلب دُور ہوجاتا ہے اور توجہ یکسو ہونے کی وجہ سے تسکین اور شانتی رُونما ہونے لگتی ہے۔ اِسی طرح زبان کے اگلے حصّے میں خاص ذائقے کا۔ تالُو کے اگلے حصّے میں یا آنکھوں کے سامنے یا بھوؤں کے بیچوں بیچ کسی خاص رُوپ یا صُورت کا۔ زبان کے بیچ کے حصّے میں سپرش یا لمس کا۔ اور زبان کی جڑ میں یا کانوں میں یا خاص حصّہ ہائے جسم میں خاص خاص شبدوں کا انوبھو پیدا کیا جاتا ہے۔ اور چونکہ اضطراب کی جگہ من کو اِن انوبھوؤں یا احساسوں کی طرف متوجہ رکھا جاتا ہے۔ اِس لئے وِکشیپ ہونے نہیں پاتا۔ بلکہ چت یکسُو اور شانت رہا کرتا ہے۔

۵۔ پُرنور و سُرور چت انوبھو :۔ وِشئے انوبھو کی بجائے چت کا انوبھو بھی اضطراب کا دُور کرنے والا اور من کا ٹھیراؤ پیدا کرنے والا ہے۔ طریقہ یہ ہے۔ چت کو ہر قسم کے خیالات سے خالی کرو۔ ظاہر ہے کہ جب خیالات سے خالی ہوگیا۔ تو چت کا جو سُروپ ہے۔ اُسی سے اُس کا انوبھو بھی ہوگا۔ چت ستوگن کا کارِیہ ہے۔ جس کے خاصے پرکاش اور آنند ہیں۔ چت خالی ہونے پر انہیں پرکاش اور آنند کا انوبھو بھی ہونے لگے گا۔ ہاں اس میں شک نہیں، کہ بے سہارے چت کا خالی کرنا سخت دِقّت کا کام ہے۔ اِس واسطے آچاریوں نے سہارے رکھے ہیں۔ یعنی دل کو آٹھ پتّوں والا کنول مانا ہے۔ جس کا رُخ نیچے کی طرف رہتا ہے۔ سانس کو باہر نکالنے کے ساتھ دھیان یہ کرنا چاہیئے کہ اُس کا رُخ اُوپر کو ہو۔ اِس طرح دھیان کرتے کرتے چت سشمنا ناڑی میں داخل ہوگا، اور اُسے چاند سُورج کی سی روشنی اور سُرور و نُور محسوس ہونے

لگے گا۔ یہ چِت کا پُرنُور و سرُور انُوبھو کہلاتا ہے۔ یہی حالت ایک اَور طریق سے بہم پہنچائی جاتی ہے۔ جس کا ذکر اُپنشدوں میں آتا ہے ——————— یعنی دِل کو اندرُونی نگاہ سے اِس طرح دیکھتے ہیں کہ یہ خلا والا آکاش ہے۔ اَور اِس میں سُورج، چاند، تارے وغیرہ روشن ہیں۔ ابھیاس کرنے سے حقیقت میں بھی ہونے لگتا ہے۔ اَور اضطراب کی بجائے چِت شانتی اَور بشرام حاصل کرتا ہے۔

۶۔ **بے خواہش چِت انُوبھو**:۔ اُوپر جو ابھیاس بیان ہُوا۔ اُسی کی دُوسری صُورت یہ ہے کہ چِت بیشک ستوگُن کا کارِیہ ہے، مگر ستوگُن صرف پردھان ہے۔ رجوگُن اَور تموگُن بھی گو دبے ہُوئے ہیں، مگر موجُود ضرور ہیں۔ انہیں سے خواہشات اُٹھا کرتی ہیں۔ دھیان یہ کرو کہ چِت میں رجوگُن تموگُن نہ رہنے سے کوئی خواہش نہیں رہی ہے، اَور وہ تمام خواہشات سے خالی ہے۔ اِس طرح چِت خالی ہوگیا، تو نُور و سرُور کا انُوبھو بہم پہنچے گا۔ یہاں بھی چونکہ بے سہارے چِت کا خالی ہونا مُشکل اَمر ہے۔ اِس واسطے شارح لوگ، بے خواہش چِت سے بے خواہش چِت آدمی مُراد لیتے ہیں۔ مثلاً رام کرشن وشِشٹ ویاس وغیرہ۔ اِن مہاتماؤں کا دِھیان چِت کا اضطراب دُور کر کے اُسے ٹھیراؤ بخشا کرتا ہے۔

۷۔ **سُوپن انُوبھو**:۔ عالمِ بیداری میں یہ دھیان کرتے رہنا کہ ہم خواب دیکھ رہے ہیں اَور عالمِ بیداری کی دُنیا خواب کا عالم یا خواب کی کائنات ہے۔ سُوپن کا انُوبھو کہلاتا ہے۔ دھیان کرتے کرتے دُنیائے کثیف، کثیف نہیں رہتی۔ بلکہ عالمِ خواب بھی رفتہ رفتہ اُڑ جائے اَور سُشُپتی کی حالت بیداری میں طاری ہونے لگے۔ یہ دونوں ابھیاس ویدانتی لوگ کیا کرتے ہیں اَور اُن کے ذریعے سے چِت کا بشرام کرتے ہیں۔

۸۔ **من چاہتی چیز کا دھیان**:۔ ناظرین کو خیال رہے کہ طبایع اِنسانی مختلف ہیں۔ اِس لئے مختلف آدمیوں کی خواہشیں اَور پسندیں بھی جُدا جُدا ہیں۔ سب کے لئے دھیان کا نہ ایک طریق رکھا جا سکتا ہے۔ نہ سب کو ایک لکڑی ہانکا جا سکتا ہے۔ ہر شخص کو ایک لکڑی ہانکنا ہر ایک کے لئے دھیان کو ناممکنات میں داخل کرنا ہے۔ ہاں جو طریق جسے مطبوع و مرغوب ہے۔ اِس کے مطابق وہ شخص دھیان کیا کرے، تو چِت جلد تر ٹھہر ہونے لگتا ہے۔ یہ اختلافِ طبائع اَور اختلافِ درجہائے رُوحانی ترقی صرف ہندو دھرم میں پہچانا گیا ہے۔ اَور کسی مذہب و ملّت میں نہیں، جو اُلٹا سب کو ہی ایک لکڑی ہانکتے ہیں۔ اِسی وجہ سے اَور ممالک میں مذہب کی طرف سے بے دینی و بے اعتقادی پھیلتی جاتی ہے۔

اِسی اصُول کو ذہن میں رکھ کر بھگوان پتنجلی۔ جو یوگ آچاریہ اَور طبعِ اِنسانی کے رموز سے واقف فلسفی ہیں۔ کہتے ہیں کہ جو جس کی من چاہی چیز ہے۔ اُسی کے دھیان سے اُس شخص کو جلد تر مَن کا ٹھیراؤ حاصل ہو سکتا ہے۔ بعض مَن کے اندر چاند دیکھتے ہیں۔ بعض آنکھوں کے سامنے یا دسویں دوار میں تارا دیکھتے ہیں بعض خاص چکروں یا ناڑیوں میں خاص تماشے دیکھتے ہیں، یا خاص آوازیں سُنتے ہیں۔ بعض اِشٹ دیو یا گُورو کی مُورتی کا دھیان کرتے ہیں۔

جن مت، متانتروں میں سب کو ایک ہی لکڑی سے ہانکا جاتا ہے، یا جو ہٹ دھرم اپنی جہالت سے لوگوں کو دھیان کے خاص طریقوں سے ہٹاتے ہیں، اور اپنے ہی عقائد وہمیہ کا پابند ہر شخص کو بنانا چاہتے ہیں۔ کہ اُنہیں کو سب مانیں۔ وہ بڑی بھاری غلطی پر ہیں۔ وہ اپنی ہی راہ ترقی اپنے تعصبات اور جہالت سے بند نہیں کر رہے ہیں، بلکہ اوروں کے لئے بھی سخت سدِ راہ ہو رہے ہیں۔ دُنیا میں کوئی خدائی ٹھیکیدار نہیں ہو سکتا۔ ہر شخص اپنی آزادی اپنے ساتھ لایا ہے۔ جس طرح چاہے، اُوپر اُٹھے۔ یہ قدرتی آزادی کسی کو اس سے چھیننے کا استحقاق حاصل نہیں ہے ۔ (باقی آئندہ)

کامیاب زندگی — ہر حال میں خوش رہنا

(از۔ شری کانشی رام جی چاولہ۔ لدھیانہ)

وُیسے تو دُنیا میں جو پیدا ہوا ہے، وہ اپنا وقت گُذارتا ہے۔ لیکن اصلی جینا اُسی کا ہے۔ جس نے جینے کا راز سمجھ لیا ہے اور جس نے انسانی زندگی کی اہمیت کو جان لیا ہے۔

حیرانی اس بات کی ہے کہ اکثر مرد و زن پیدا ہوتے ہیں، اپنے دن گزارتے ہیں اور اس دُنیا سے زندگی کی حقیقت کو سمجھے بغیر یہاں سے رُخصت ہو جاتے ہیں۔ اس لئے اُنہیں زندگی کا کچھ بھی لُطف حاصل نہیں ہوتا۔ جیسے آئے جُون بھگت کر چلے گئے۔

یونان کے مشہور فلسفہ دان سُقراط نے ٹھیک کہا تھا کہ "اپنے آپ کو پہچانو" بس یہی زندگی کا راز ہے۔ جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا، اُس نے ہی زندگی کی عظمت کو سمجھا ہے۔

اپنے آپ کو جانتے کا یہی مطلب ہے کہ انسان اپنی اندرونی طاقتوں کو جانے۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان اپنی آتما کی بے پناہ طاقت و قوت سے بے خبر ہے۔ اُسے اپنی طاقتوں کا علم نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو کمزور، حقیر اور ناچیز خیال کرتا ہے۔ اور اسی لئے قدم قدم پر بدکتا ہے، خائف رہتا ہے۔ اور ذرا سی رُکاوٹ یا اُلجھن آجانے پر پریشان ہو جاتا ہے۔

اگر انسان اپنے آپ کو جان لے، تو یہ مضبوط اور توانا بن کر کسی حالت میں بھی نہ گھبرائے، بلکہ جدھر جائے، فتح کا ڈنکا بجاتا ہُوا جائے۔ زندگی کی کوئی اڑچن اور رُکاوٹ اُسے اُداس یا یست ہمّت نہیں ہونے دیتی۔ پریشانی یا گھبراہٹ اُس کے نزدیک تک نہیں پھٹک سکتی۔ دُکھ، تکلیف اور مصائب اُس سے کوسوں دُور رہتے ہیں۔

کسی بھی انسان کی زندگی میں وہی دن بڑی عظمت والا دِن کہا جا سکتا ہے۔ جس روز وہ اپنے آپ کا یعنی اپنی اندرونی طاقتوں کا پتہ پا لیتا ہے۔ کسی کسی خوش قسمت انسان کو تو اوائل عمر میں ہی اِس کا پتہ لگ جاتا ہے، اور اُس پر اُسی وقت سے خوشی اور اطمینان کی رحمت برسنے لگتی ہے۔ کسی کو زندگی کے تھپیڑوں کی ٹھوکریں کھا کر اس کی خبر لگتی ہے۔ وہ بھی اپنی باقیماندہ زندگی کو سُکھ سے گذار لیتے ہیں لیکن اکثر بدنصیب لوگ تو اپنی ساری عمر روتے دھوتے ہی نکال دیتے ہیں۔

یہ تو ایک حقیقت ہے کہ زندگی میں زیر و زبر ہوتا ہی رہتا ہے۔ یہ زندگی ہموار میدان میں سفر کرنے کی مانند نہیں ہے، بلکہ پہاڑ کی چڑھائی کی طرح ہے۔ کہیں چڑھائی ہے اور کہیں اُترائی۔ اِس لئے یہ اُمید رکھنا کہ زندگی ایک طرح سے چلی چلے، اور وہ بھی اُس طرح جس طرح کہ ہم چاہتے ہیں، تو یہ ناممکن ہے۔ زندگی میں ہر طرح کا وقت آتا ہے۔ اچھا بھی اور بُرا بھی۔ سچ تو یہ ہے۔ کہ زندگی نام ہی اِسی کا ہے کہ "کا ہے چنیں گا ہے چناں"۔ لیکن دانا آدمی وہ ہے جو ہر حال میں خوش رہے، اور کسی بھی حالت میں اپنے مَن کو گرنے یا ڈولنے نہ دے۔

یہ بات ایک مثال سے آپ کو سمجھاتے ہیں۔ ایک شخص سفر کرنا چاہتا ہے لیکن ڈرتا ہے کہ راستے میں کانٹے ہوں گے۔ وہ چُبھیں گے، وہ سوچتا رہتا ہے۔ کہ جب سب کانٹے چُنے جائیں گے۔ تب میں سفر پر روانہ ہُوں گا ——— آپ سوچئے کہ کیا ایسا ہونا ممکن ہے۔ اِس کے تو یہ معنی ہُوئے کہ وہ کبھی سفر کر ہی نہ سکے گا۔

اب ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ اُسے کیا کرنا چاہیئے۔ اُسے واجب ہے کہ جُوتا بنوالے۔ اور اُسے پہن کر باہر نکل کھڑا ہو۔ کانٹے خود بخود جُوتے کے نیچے دبتے چلے جائیں گے اور اُسے کوئی تکلیف نہ دیں گے۔

بعینہٖ یہی حال زندگی کا ہے۔ جو آدمی یہ چاہے کہ تمام دُکھ اور تکالیف اُس سے دُور رہیں۔ تب ہی وہ رہ سکتا ہے، تو اُس کی زندگی ایک خواب ہی رہے گی۔ ایک ایسا خواب جو کبھی شرمندۂ تعبیر نہ ہو گا۔ اِس لئے مناسب یہ ہے کہ وہ اپنے تن پر "سدا خوش رہنے" کا زرہ بکتر پہن لے۔ بس پھر اُسے اپنی زندگی کسی بھی واقعہ سے دوبھر معلوم نہ ہو گی۔

اب ہم آپ کو ایک قصّہ سُناتے ہیں کہ انسان، زندگی کے اُتار چڑھاؤ کو کس نگاہ سے دیکھے۔ ایران کے ملک کا ذکر ہے کہ ایک امیر خاندان کے ایک لڑکے کو بدوؤں نے اُٹھا لیا۔ اور عرب میں جا کر اُسے بطور غلام کے فروخت کر دیا۔ وہ لڑکا بڑے ناز و نعمت میں پلا ہُوا تھا۔ اُس نے بڑی آرام دہ اور راحت بخش زندگی بسر کی تھی۔ لیکن اُس کی تربیت اچھی اور نیک صحبت ملنے کی بدولت ایسی ہُوئی تھی کہ اُس کا دل بڑا مضبوط تھا۔ اور وہ زندگی میں ہر حالت کا مُقابلہ کرنے کے قابل تھا۔ وہ بالکل گھبرایا نہیں۔

اِتفاق سے کچھ عرصہ بعد ایران کے بیوپاری اپنے کاروبار کے سلسلہ میں عرب گئے۔ اُس لڑکے نے بھی سُنا کہ ایران سے کچھ لوگ آئے ہُوئے ہیں۔ وہ دھیان رکھتا کہ جب کبھی وہ لوگ اِدھر سے گُزریں گے تو

وہ اُن سے اپنے وطن کے کچھ حالات معلوم کرے گا۔

چنانچہ ایک روز وہ بیوپاری اسی محلہ سے گزرے، تو لڑکے نے ایرانی زبان میں مخاطب کیا۔ تو وہ لوگ ٹھٹک گئے اور انہیں معلوم ہو گیا کہ یہ اُن کے وطن کا لڑکا ہے۔ اور انہیں ان تمام حالات کا بھی پتہ چل گیا۔ جن حالات میں اُنہیں لایا گیا تھا۔ وہ از راہِ ہمدردی اُس سے پوچھنے لگے "کہ کیا ہم تمہاری رہائی وطن کی واپسی کی کچھ کوشش کریں"۔ تو اُس لڑکے نے انکار کر دیا اور بولا "دُنیا میں زیر و زبر واقعات کا ہونا ایک قدرتی امر ہے۔ جس حالت میں مَیں ایران میں رہتا تھا۔ جب وہ نہیں رہی، تو جس حالت میں اب ہُوں، یہ بھی نہ رہے گی!"

وہ لوگ اس کے سکون اور بُردباری کو دیکھ کر بڑے متاثر ہوئے اور چلے گئے۔ لڑکا وہیں رہا۔

کچھ عرصے کے بعد اُس لڑکے کا آقا غریب ہو گیا۔ اب اُس میں غلام رکھنے کی استطاعت نہ تھی۔ چونکہ غلام نے اُس کی خدمت بڑی ایمانداری اور نہایت جانفشانی سے کی تھی۔ اس لئے بجائے کسی اور کے ہاتھ بیچنے کے آقا نے اُسے رہا کر دیا۔

اِس غلام نے وہاں ایک سبزی کی دُکان کھول لی اور محنت اور ایمانداری سے کام کرنے لگا۔ اُس کا پُرانا آقا مر گیا۔ اب اُس نے اپنے آقا کے بال بچوں کی پرورش کی ذمّہ داری بھی اپنے اُوپر لے لی۔ اس چیز کا اثر لوگوں پر بہت ہُوا۔ وہ چونکہ بڑی دیانت داری سے کام کرتا تھا۔ اِس لئے اُس کی دُکان چمک اُٹھی۔ وہ دولت مند بن گیا اور اُس نے کئی مکانات بنوا لئے۔ شہر کے چوٹی کے آدمیوں میں اُس کا شمار ہونے لگا۔

چند سال بعد پھر وُہی بیوپاری وہاں آئے، تو اُس لڑکے کا پتہ کر کے اُسے جا کر ملے اور اُس کی شان و شوکت دیکھ کر حیران رہ گئے، اور اُس کا حال پُوچھا۔ تو اُس نے پھر وہی جواب دیا۔ کہ اگر پہلی غُلامی کی حالت نہیں رہی تو موجُودہ کا بھی کیا بھروسہ ہے؟ اِس لئے مجھے اِس سے کوئی فرق نہیں پڑا۔

چنانچہ وہ نوجوان ترقّی کرتا گیا اور کچھ عرصہ کے بعد اُسے سردار کا خطاب مِل گیا۔ اور پھر وہ اُسی شہر کا حاکم بنا دیا گیا۔

دریں اثناء وہ بیوپاری پھر وہاں آئے اور چونکہ وہ لڑکا اب نوجوان ہو کر شہر کا حاکم اعلےٰ بن چُکا تھا۔ اِس لئے تحفے تحائف لے کر اُسے ملنے گئے۔ اب کی بار بیوپاریوں نے تو اُس کی عالی مرتبہ ہونے کی بناء پر کوئی سوال نہ کیا۔ لیکن اُس نے خود ہی کہا کہ "مَیں اپنی موجُودہ حالت میں پہنچکر بھی یقین رکھتا ہوں کہ اگر پہلی حالتیں قائم نہیں رہیں تو اسے بھی قیام نہیں۔ یہ بھی ٹِک نہیں سکتی۔ اُوپر والے کا نیچے جانا اور نیچے والے کا ترقّی کر کے اُوپر اُٹھنا قُدرت کا ایک عمل ہے۔" اِس کی یہ بات سُن کر بیوپاری سجدہ میں گر گئے۔ اور بولے۔ "حضُور زندگی کے حقیقی راز کو ٹھیک طور پر آپ نے ہی سمجھا ہے"۔ لہٰذا ہم بھی ص

دان!

دان پاتر کو دیا ہی پھلتا ہے

شری ٹیک سنگھ بانسل ایم ۔ اے

ہر مذہب کی جملہ دھارمک روایات میں دان یا خیرات کو اہم مقام حاصل ہے۔ بلکہ کئی مذاہب نے تو اس کے پیروکاروں کو لازمی تلقین کی ہے کہ وہ اپنی آمدنی کا اِتنا حِصّہ ضرور بالضرور دان میں دیں۔ سکھ مذہب میں اسے دسوندھ یعنی دسواں حِصّہ اور اسلام میں اسے ذکواۃ کا نام دِیا گیا ہے۔ جبکہ ہندو دھرم میں تو دان کو بہت ہی مہان مانا گیا ہے۔ بایں ہمہ اس بات سے بھی اِنکار نہیں کیا جا سکتا۔ کہ بیشتر لوگ دان اصل مستحق کو نہ دے کر اسے اپنی شہرت، بڑے لوگوں کی خوشنودی یا اپنے نام کی شِلا لگوانے کے لئے دیتے ہیں، یا وہ ایسے بھک منگوں کو دان دیتے ہیں جو ہٹے کٹے ہونے کے علاوہ دَرپردہ جوئے باز، شراب خور اور نہ جانے کِن کِن بدعتوں کا شِکار ہوتے ہیں۔ بڑے بڑے مٹھوں، مندروں وغیرہ کے کئی پجاری کِتنے شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ اور عیش و عشرت کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ ہم خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ایسے غیر مستحق لوگوں کو دان دینے والے دانی کو ثواب ملے گا یا عذاب ؟

کہتے ہیں کِسی دیش میں ایک راجہ راج کرتا تھا، بدقسمتی سے اُسے کوڑھ کا روگ ہو گیا۔ راجہ نے عِلاج معالجہ میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ لیکن کوئی بھی وئید، حکیم یا ڈاکٹر اسے اچّھا کرنے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ اب راجہ نے جیوتشیوں کا سہارا لینے کی ٹھانی۔ لہٰذا اُن کو بُلا کر پُوچھا کہ کوئی ایسا طریقہ بتائیں، جس کے انحصار پر میں اِس نامراد بیماری سے نجات حاصل کر سکوں۔

جیوتشیوں نے اپنے گمبھیر وِچاروں اور جیوتش وِدیا کے آدھار پر بتایا کہ ہے راجن! آپ ایک بہت بڑا یگیہ رچائیں جس میں بہت سے سادھو، مہاتماؤں، فقیروں اور براہمنوں کو بھوجن کھلائیں۔ بھوجن وغیرہ کھانے کے بعد اُن کے ہردے سے آپ کے لئے جو آشیرواد نِکلے گی، وہ بیماری کو دُور کرنے کا سبب بنے گی۔

راجہ نے ایسا ہی کیا۔ ایک بہت بڑے یگیہ کا پربندھ کیا گیا۔ بے شمار سادھو، فقیروں اور براہمنوں کو نانا پرکار کے بھوجن پدارتھ کھلائے گئے۔ اور ہر ایک کو دل کھول کر دکشنا بھی دی گئی۔ یگیہ کی سماپتی کے کچھ دِن بعد راجہ اِس بات کی اِنتظار کرنے لگا کہ دیکھوں۔ میری بیماری کب کافور

ہوتی ہے۔ جب بہت عرصہ گزر چکنے پر بھی اُسے بیماری سے کوئی افاقہ نہ ہُوا، تو راجہ نے جیوتشیوں سے اس کا سبب پُوچھا، لیکن اُن کے پاس اِس کا کیا جواب ہوسکتا تھا۔ کافی عرصہ گذر گیا۔ ایک دِن راجہ اپنے دُوسرے اہلکاروں کے ہمراہ شہر سے بہت دُور باہر شکار کھیلنے کیلئے نکل گیا۔ ساتھیوں کے اِدھر اُدھر بکھر جانے پر راجہ اکیلا رہ گیا۔ وہ گھوڑے پر سوار ایک طرف کو جا رہا تھا۔ کہ دُور سے ایک کمسن بچّے کے رونے کی آواز سُنائی دی۔ راجہ نے گھوڑے کی باگ اُس طرف موڑ دی۔ اور جلد ہی بچّے کے نزدیک پہنچ گیا۔ اب راجہ کی آنکھیں بچّے کے کسی وارث کو دیکھنے کے لئے اِدھر اُدھر اُٹھیں۔ کیا دیکھتا ہے کہ تھوڑی دُور پر ایک عورت گھاس کھود رہی تھی۔ راجہ نے اُس کے نزدیک گھوڑا لے جا کر پُوچھا۔ بہن! کیا وہ بچّہ تمہارا ہے؟ اُس نے "ہاں" میں جواب دیا۔ راجہ نے پُوچھا "یہ رو کیوں رہا ہے؟" عورت نے کہا "میں ایک بِدھوا اور نِردھن استری ہُوں۔ آج صُبح میں گھاس کھود کر بازار میں لے گئی تھی۔ اُسے بیچ کر اس بچّے کو لڈّو لے دِیا تھا۔ لیکن بدقسمتی سے ایک چیل آئی، اور جھپٹا مار کر لڈّو چھین لے گئی۔ یہی سبب ہے کہ یہ اُس وقت سے رو رہا ہے۔ اب میں اور گھاس کھود رہی ہُوں۔ یہ بیچ کر اِسے دوبارہ لڈّو لے کر دُوں گی۔ تب یہ چُپ کرے گا۔"

راجہ کے دِل میں ترس آیا۔ اس نے کہا۔ بہن! تم میرے ساتھ شہر کو چلو۔ مَیں تمہیں لڈّو لے دُوں گا۔ عورت اپنے بچّے کو اُٹھا کر راجہ کے ساتھ ساتھ چل پڑی۔ بازار میں پہنچکر راجہ نے ایک حلوائی سے ایک روپے کے لڈّو اُسے لے دیئے۔ وہ بہت خوش ہُوئی اور راجہ کو آشیرواد دیتی ہُوئی اپنے بچّے کو لے کر اپنے گھر کی طرف چل دی۔ لڈّوؤں کو دیکھ کر بچّے کی خُوشی کا بھی کوئی ٹھکانا نہ رہا۔

راجہ اپنے محلّوں میں آگیا۔ کچھ دِن گزر جانے پر راجہ کو کچھ کچھ ایسا محسوس ہونے لگا، کہ اس کا روگ دِن بدِن کم ہو رہا ہے۔ کچھ اور وقت گزرا تو اس کی حالت میں کافی سُدھار آچکا تھا۔ یہاں تک کہ کچھ اور سمے کے بعد بالکل تندرست ہوگیا۔

اب راجہ نے پھر جیوتشیوں اور وِدوانوں کو بُلا کر پُوچھا کہ آپ لوگوں کے کہنے کے مطابق مَیں نے اِتنا مہان یگیہ کیا۔ جس سے میری بیماری میں رتّی بھر بھی فرق نہ آیا۔ لیکن اب بغیر کسی یگیہ یا عِلاج کے میرا روگ کیسے دُور ہوگیا؟ ان میں سے بہت ہی دُور اندیش اور وچار شیل وِدوانوں نے جواب دیا۔ راجن! ان دِنوں میں آپ کے ہاتھ سے پُنیہ کا کوئی کام اَوشیہ ہُوا ہے۔ جس سے کسی سچّے ہردیہ سے آپ کے لئے آشیرواد نکلی ہے کہ ہے میری سہایتا کرنے والے! تیرا بھلا ہو!

راجہ لڈّوؤں والا واقعہ بالکل بھُول چکا تھا۔ کیونکہ اتنے بڑے راجہ کے لئے ایک روپے کے لڈّو لے دینا نہایت معمولی بات تھی۔ لہذا راجہ نے کہا کہ ان دِنوں مَیں نے کوئی پُنیہ دان یا یگیہ وغیرہ بالکل نہیں کیا۔ جیوتشیوں نے پھر کہا کہ آپ اچھی طرح یاد کریں۔ پر اپکار کا کوئی نہ کوئی کام ان دِنوں آپ کے ہاتھوں سے اَوشیہ ہُوا ہے۔ آخیر میں راجہ کو سوچ سوچ کر لڈّوؤں والی بات یاد آئی۔ اور بتایا کہ

یہ ایک چھوٹا سا کام تو ضرور ہُوا تھا۔ وِدوانوں اور جیوتشیوں نے جواب میں کہا کہ یہ واقعہ جس کو آپ چھوٹا اور معمولی کہتے ہیں، اس کی برابری آپ کا کیا ہُوا، مہان یگیہ نہیں کر سکتا۔ اگرچہ اُس یگیہ میں بے شمار لوگ اچھے اچھے بھوجن کھا گئے۔ لیکن کسی ایسے حقیقی پاتر یا شُدھ ہردے سے آپ کے لئے دُعا نہیں نکلی۔ جو آپ کے روگ کو دُور کرنے کے لئے بارگاہ الٰہی میں سُنی جاتی۔ لیکن جس دین دُکھیا اور دان کی سچی پاتر بھستری اور اُس کے بچے پر دیا کر کے آپ نے اس کی سہائتا کی۔ اُس کے ہردے سے نکلی ہُوئی آشیرواد "تمہارا بھلا ہو" سیدھی پرماتما کے دربار میں پہنچی۔ جو سُنی گئی۔ سچ ہے "دان" پاتر کو دیا ہی پھلتا ہے ٭

روزی رساں ہے تُو

امیر الشعرا دیوان پنڈی داس جی قمر

مددگارِ دو عالم دستگیرِ بےکساں ہے تُو　　ازل سے تا ابد جانِ جہاں روزی رساں ہے تُو

کوئی حد ہے تیرے فضل و کرم کی دین و دنیا میں　　جو مار کے پیٹ میں دیتا ہے وہ روزی رساں ہے تُو

ہوا میں آب میں اور مختصر یہ ہے کہ پتھر میں　　ہر اک جاندار کا ہر حال میں روزی رساں ہے تُو

پلٹ آئی میری فریاد آخر نارسا ہو کر　　اُسے جب ہوگیا معلوم یہ روزی رساں ہے تُو

میری آمد سے پہلے ہی میرے پستانِ مادر میں　　بہائے دودھ کے دریا عجب روزی رساں ہے تُو

اِدھر چیونٹی کو اک دانہ اُدھر سیمرغ کو ہاتھی　　ہر اک کا حسبِ پیمانہ فقط روزی رساں ہے تُو

ہر اک دانہ پہ لکھا ہے مقدر کھانے والوں کا　　خداوندِ دو عالم بے بدل روزی رساں ہے تُو

ہزاروں بند کھلتے ہیں جب اک در بند ہوتا ہے　　غمِ روزی کہاں مجھ کو کہ جب روزی رساں ہے تُو

تونگر ہو کہ مفلس ہو گدا گر ہو کہ سلطاں ہو　　تیرے در کے بھی طالب ہیں کیوں؟ روزی رساں ہے تُو

قمرؔ بھی ہے تیرے در کا بھکاری یا سخی داتا
بحالِ کس مپرسی ایک ہی روزی رساں ہے تُو

ایک اونکار ست گور پرساد

جگت گورو گورو نانک دیو جی

(از قلم ۔ سنت نارائین سنگھ جی)

شری گورو نانک دیو تلونڈی ضلع لاہور میں سمت ۱۵۲۶ بکرمی کارتک شدی پورنماشی کے روز کالو رام بیدی کے گھر شریمتی ترِپتا دیوی کے بطن سے پیدا ہوئے۔ کتاب مقدس میں لکھا ہے۔ سے

ست گور نانک پرگٹیا   مٹی دھند جگ چانن ہویا

وہ برہم پریم کے اوتار شری گورو نانک دیو پرگٹ ہوئے۔ اُن کے پرکاش سے جگت سے دھند کا پردہ اُٹھ گیا اور چاروں طرف نورِ حقیقت پھیل گیا۔

سات سال کی عمر میں گوپال پنڈت کی پاٹھ شالہ میں ہندی وغیرہ پڑھنے کے لئے گورو صاحب کو بھیجا گیا۔ پنڈت جی نے تختی پر پینتیس ۳۵ اکھری لکھ کر دی۔ گورو جی پٹی رکھ کر بیٹھ رہے۔ پنڈت جی نے پوچھا۔ "نانک! تو پڑھتا کیوں نہیں ہے؟" گورو جی بولے۔ "پنڈت جی! اس ودیا کے پڑھنے سے گلے میں پھانسی پڑتی ہے"۔ اس پر پانڈہ جی نے سوال کیا، "اور کیا پڑھنا چاہیئے؟" تو گورو جی نے شبد اُچارن کیا۔

سری راگ محلہ پہلا

جال موہ گھس مس کر مت کاگد کر سار   بھاؤ قلم کر چت لکھاری گور پُچھ لکھ بچار

لکھ نام سالاہ لکھ لکھ   انت نہ پارا وار

بابا اوہ لیکھا لکھ جانڑ   جتھے لیکھا منگے تتھے ہوئے سچا نیانڑ

ارتھ:۔ "سنسار کے موہ کو جلا کر راکھ کرو۔ اس راکھ کو گھس کر سیاہی بناؤ۔ اپنی صاف بدھی کا کاغذ اور اس پر سچی یاد کی مدد سے، عشقِ الٰہی کی قلم سے، مُرشد کامل کی ہدایت کے مطابق حق و باطل کی تمیز کر کے خالقِ کُل جو بحرِ بے پایاں کی مانند محیط ہے۔۔۔۔۔ کے نام لکھو۔ اے پنڈت جی! ایسا لیکھا لکھو، کہ جہاں اعمال کی پڑتال ہو، وہاں سچا انصاف قائم ہو"۔

گورو جی پاٹھ شالہ سے اُٹھ کر چلے آئے۔

۲۔ اسی طرح کچھ عرصہ گزرنے پر مولوی صاحب کے پاس مدرسہ میں آپ کو داخل کیا گیا۔ جب مُلاں نے تختی پر حروف لکھ کر دیئے۔ تو گورو جی نے پوچھا۔ "ان کا مطلب کیا ہے؟" اس پر مُلاں حیران ہو اور کہنے لگا۔ "آپ ہی مطلب کہو"۔ تو گورو جی بولے:۔ سے

الف اللہ کو یاد کر غفلت منو بسار ساس پلٹے نام بن دھرگ جیون سنسار

الف کہتا ہے کہ اللہ کو یاد کرو، اور غفلت سے مَن کو بچاؤ۔ جو آدمی خُدا کے نام کے بغیر سانس لیتا ہے۔ اِس کی زندگی کو لعنت ہے۔

پڑھائی وغیرہ چھوڑنے کے بعد گُوروجی پر عجیب حالت طاری رہتی تھی۔ عموماً ایکانت میں بیٹھنا اور گھر پر بغیر کھان پان کے سمادھی کی حالت میں غرق رہا کرتے تھے۔

۳۔ مدرسہ سے نِکل کر پِتا کی آگیا پاکر مویشی چرانے کا کام شروع کیا۔ جنگل میں جاکر سارا دن ہری کیرتن کرتے اور سہج سمادھ میں لین ہو جاتے۔

۴۔ ایک دن پِتاجی نے بیس ۲۰ روپے دیئے اور ساتھ ایک نوکر کو بھیجا کہ جاکر کوئی بیوپار کرو۔ تو گورو جی آگیا لے کر گھر سے باہر آئے۔ راستہ میں چند ایک سادھو مِلے، جو کئی دن سے بھُوکے تھے۔ اُنہیں دیکھ کر فوراً آٹا گھی وغیرہ خرید کر فقیروں کو بھوجن کھلا دیا، اور خالی ہاتھ واپس آکر پِتاجی سے کہنے لگے۔ ہم "سچا سودا" کر آئے ہیں۔

جس جگہ پر گُوروجی سادھوؤں سے مِلے تھے۔ آج کل گوردوارہ "سچا سودا" مشہور ہے۔ اِسی طرح کچھ عرصہ کرتار کی یاد میں گُزر گیا۔

۵۔ پھر گُوروجی اپنے بہنوئی جے رام کی معرفت سلطان پور میں نواب دولت خاں کے ماتحت مودی مُقرر ہو گئے۔ مودی خانہ کے کام کو نہایت خوش اسلوبی سے چلایا۔ اگرچہ مودی خانہ کے متعلق مفصل ہمیں معلوم نہیں مگر دو ۲ اُمور قابلِ ذکر ہیں۔ ایک یہ کہ تمام کاروبار نہائیت دیانتداری اور سچائی سے کیا گیا اور دوسرا سخاوت کی عادت ـــــــــ اِس قدر بڑھی ہُوئی تھی کہ جو کچھ کماتے تھے، خیرات میں تقسیم کر دیتے تھے۔ خریداروں کے علاوہ سائلوں کا ایک جمِ غفیر دُکان کے سامنے لگا رہتا تھا اور حتے الوسع کسی کو خالی ہاتھ جانے نہ دیتے تھے فیاضی کی شہرت حاتم طائی اور ہرِشچندر سے بڑھ کر تھی۔

سُلطان پور میں رہتے ہُوئے گُوروجی کی شادی سمت ۱۵۴۴ بکرمی میں ۲۴ جیٹھ کو ماتا سُلکھنی مُول چند کھتری کی لڑکی سے ہو گئی، اور دو ۲ نونہال بلند اقبال پیدا ہُوئے۔ بابا سری چند جی فقیر سے اُداسیوں کا فرقہ نِکلا ہے۔ اور دُوسرے بیٹے لکھمی چند جی جن کی اُولاد بیدی صاحبزادگان کے نام سے آج تک چلی آتی ہے۔

۶۔ دبستان مذاہب میں لکھا ہے کہ ایک روز گُورو مودی خانہ کی دُکان پر بیٹھے تھے۔ روشن ضمیر، نیک صُورت، پاک سیرت، صاحب کمال، پیکرِ جمال وارد ہُوئے، اور کہنے لگے۔ "نانک! تم دُنیا میں کس کام کے لئے بھیجے گئے ہو، اور کیا کام کرنے میں لگے ہُوئے ہو۔ اِس دُنیا کے دھندوں کو چھوڑو، اور جس کام کے لئے آئے ہو، اس پر کمر باندھو"

یہ پیغام، بانی سُن کر گُوروجی باہر نِکل کھڑے ہُوئے، اور تارک ہو کر غائب ہو گئے۔ چند روز بعد

قبرستان میں ظاہر ہوئے۔ یہ سُن کر نواب دولت خاں نے جے رام کو مودی خانہ کا حساب داخل کرنے کا حکم دیا۔ خُدا کی شان حسب حساب داخل کیا گیا۔ تو کئی سو روپیہ گورو صاحب کا نواب کے ذمّہ نکلا۔ نواب نے مودی خانہ کا کام دوبارہ اِن کو دینا چاہا۔ مگر انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ اور اسی طرح پھر قبرستان میں جا کر آسن جمایا۔ وہاں ہندو و مُسلمانوں کی بھیڑ اُن کے گرد ہونے لگی۔ جو کوئی گورو جی کے پاس بیٹھتا اور اُن کے ست اُپدیش سُنتا۔ مست ہو کر اُن کا پیرو بن جاتا۔ اِس طرح سے گورو جی کا چرچا جا بجا ہونے لگا ——— جب گھر آنا بالکل ترک کر دیا، تو مول چند اُن کے سُسر نے نواب کے پاس شکایت کی کہ "نانک کو کچہری میں بُلوا کر فہمائش کی جاوے کہ وہ اپنے گھر کی خبر لیویں۔ دیوانوں کی طرح گورستان میں رات دن بیٹھا رہتا ہے اور ساتھ ہی جو روپیہ اُس کا آپ کے ذمّہ نکلا ہے۔ وہ اُس کے بچّوں کے لئے مجھے دیا جائے"۔

چنانچہ نواب کے مُلازم گورو جی کو باہر سے بُلا کر لائے اور نواب کے پیش کیا، تو نواب نے پوچھا کہ "تمہارا روپیہ مُول چند کو دیا جائے"؟ اِس پر گورو جی نے کہا۔ "نہیں! سب روپیہ غریبوں کو تقسیم کیا جائے"۔

سیاحت دُنیا کا پہلا سفر

اکال پُرکھ کے حُکم کو پاکر وہ پیغام جو اُنہیں درگاہِ ایزدی سے دیا گیا تھا۔ سُنانے کے لئے گورو جی نے سفر اختیار کیا۔ ساتھ بھائی مردانہ اور بھائی بالا تھے۔ سُلطان پُور سے چل کر قصُور، لاہور، ایمن آباد، سیالکوٹ چھانگا مانگا، چُونیاں، کنکاسل، اجودھیا، لکھنؤ، کانپور، بنارس، پٹنہ، گیا، گوداوری کے مقامات پر لکھو کھا بندگانِ خدا کو راہِ راست پر لائے۔ بعد ازاں آسام کے اجمیری گنج، کریم گنج، سلہٹ کی سیر کی۔ پھر یہاں سے پتھر اپہاڑی، اگرتلا، لکھمی پُور، چاندپُور، چوبیس پرگنہ گزرتے ہوئے کلکتہ میں رونق افروز ہوئے۔ پھر جگن ناتھ کی زیارت کی، اور سچی آرتی کا اُچارن کیا۔ وہاں سے گورو مہاراج روانہ ہو کر جھیل چلکا کے کنارہ کی سیر کی پھر مہا ندی سے اُتر کر جبل پور بر لب دریائے نربدا تشریف فرما ہوئے۔ پھر چترکوٹ، بھوپال، بیتد میری ہوتے ہوئے دریائے سندھ سے اُتر کر جھالرا پٹن میں پہنچے۔ گوالیار، جھانسی سے دریائے چنبل، ٹیبل کو عبور کر کے دھولپور، بھرت پور، ریواڑی، کوڑ گانواں مقامات سے گزر کر کرنال آئے اور پھر یہاں سے تھانیسر، سِدھ وٹی وغیرہ کو دیکھتے ہوئے سُلطان پُور واپس آ گئے۔

دُوسرا سفر

چند روز کے بعد گورو نانک جی بمعہ بھائی بالا اور مردانہ دکن کے مُلک کا سیر کرنے کے واسطے قصبہ سلطان پُور سے روانہ ہو کر چُونیاں، فیروزپور، مُکتسر، سرسہ میں آئے۔

پھر بیکانیر، جیسلمیر، جودھپور کے لوگوں کو بھگتی بھرے اُپدیش سُنائے۔ وہاں سے کارتک سمت ۱۶۴۳ بکرمی میں پُشکر تیرتھ کا میلا دیکھنے گئے۔ جہاں ہزار ہا لوگ اِن کی پاکیزہ کلام سے مستفید ہوئے۔ پھر یہاں سے لیفر آباد، دیو گڑھ، لودھی پور ہوتے ہوئے سابرتی کو عبور کا سفر کر کے کوہ آبو میں وارد ہوئے۔ پھر

وہاں سے جوتی لنگ، ہرسندی دیوی وغیرہ مشہور مقامات پر نظر ڈالتے ہوئے اِندور، ہوشنگ آباد کی سیر کی۔ پھر دریائے نربدا سے اُتر کر نرسنگھ پور، بالاگھاٹ پر آئے۔ پھر ریاست حیدر آباد کا رُخ کیا۔ وہاں سے پانڈی چری، چلم پور، سری رنگم ہوتے ہوئے دریائے گاویری سے گزر کر مدھیا چل کی سیر کی۔ پھر بھڑوچ، احمد آباد میں لوگوں کو نہال کیا۔ بعدہٗ سُدامان پُوری کو آئے۔ یہاں سے چل کر بہاول پور میں قیام کیا۔ پھر سُتلج کو عبور کرکے شجاع آباد، شیر شاہ وغیرہ قصبات کو دیکھ کر مُلتان آئے۔ یہاں سے ہمشیرہ نانکی کے یاد کرنے پر تلونڈی اپنی پیدائش کی جگہ پر اپنے والدین سے مل کر سلطان پور پہنچ گئے۔

تیسرا سفر

سمت ۱۵۷۰ بکرمی میں کرتار پور سے روانہ ہو کر کوٹ کانگڑہ، ڈلہوزی، روالسر، نادون، بلال پور، کھلور، کیرت پورہ ہوتے ہوئے گڑھوال کی طرف آئے۔ پھر منصوری، جمنوتری، گنگوتری، سرینگر کو دیکھ کر بدری ناراین تشریف لے گئے۔ اس کے بعد گورکھ پور میں لوگوں کو بھگتی مارگ کا اُپدیش دیا۔ پھر جھیل مانسرور، کرشن تان میں سائلوں کو راہِ خدا دکھلا کر نیپال کو روانہ ہو گئے۔ وہاں ملکِ سکم میں داخل ہوئے۔ پھر کنچن جنگا، دار جلنگ کا نظارہ دیکھتے ہوئے اسکردو شہر میں آئے اور لامہ گورو سے ملے۔ یہاں پر بھگتی مارگ کی اُدارتا ظاہر کرکے اُونہ پربت کو گئے۔ وہاں وسشٹ، پرہلاد، دھرو وغیرہ چرنجیو سدھوں سے ملاقات کی۔ جیسا کہ شری گورو گرنتھ صاحب میں سدھ گوشٹ سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس کے بعد نیچے اُتر کر جنک پُوری کو آئے۔ یہاں سے دریائے کنڈک کو عبور کیا۔ گورکھپور، سیتا مڑھی، بلم گڑھ کی سیر کرکے لدھیانہ، جالندھر کے راستہ سلطانپور اپنی ہمشیرہ نانکی جی کو ملے۔ یہاں چند روز قیام کرکے موضع کرتار پور برلب راوی آکر رہنے لگے۔

چوتھا سفر

تھوڑے دنوں بعد بھائی مردانہ کی درخواست پر مغربی ممالک کی سیر کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔ پہلے ایمن آباد اُترے، پھر گجرات سے "رہتاس" چلے گئے۔ بعد ازاں ٹیلہ بال گُندائی پر جس کی بلندی چار کوس کے قریب ہے۔ جوگیوں سے چرچا کی۔ وہاں سے ڈیرہ اسمٰعیل خان، ڈیرہ غازی خان وغیرہ مقامات کی سیر کرتے ہوئے جام پور، راجن پور، کوٹ مٹھن، بھکر پہنچے۔ یہاں کے لوگوں کو پرما بھگتی کے سرود سے فیضیاب کرتے ہوئے سندھ میں داخل ہوئے۔ شکارپور، لاڑکانہ، کوٹڑی، حیدر آباد کو دیکھتے بھالتے کراچی بندر پر جا ٹھہرے۔ اس ست گورو کی کرپا سے بڑے بڑے شہروں میں پچاس پچاس دھرم شالائیں ہیں اور ہر جگہ ہری کیرتن ہو رہا ہے۔ کراچی سے بلوچستان کے راستہ قلات وغیرہ کو دیکھتے ہوئے شور کو عبور کرکے ملک عرب میں داخل ہوئے، اور حاجیوں کے لباس میں عطیب، مقالہ، عدن، مخّہ، صفہ ہوتے ہوئے مکّہ شریف پہنچ گئے۔ وہاں قاضی رُکن الدین اور مولوی عبدالرحمان سے چرچا ہوئی اور بھگتی مارگ کی عظمت کا اُن پہ سکّہ بٹھا دیا۔ پھر مدینہ کو آئے۔ وہاں امام جعفر، امام غوث، امام اشرف، امام اعظم چاروں

سے خُوب دھرم پرچار ہُوئی۔ سب لوگ گُورو کا اُپدیش سُن کر بھگتی کے قائل ہُوئے۔ یہاں سے چل کر بغداد آئے، وہاں پر عبدالقادر اور میر بہاول وغیرہ رسیدہ فقرا گُورو جی کے پاس چل کر آئے اور ستانہ باقی کا نغمہ سُن کر مست ہوگئے۔ شہر بغداد میں اب تک گوردوارہ موجود ہے۔ ہر روز ہزاروں مسلمان ہندی پیر نانک نرنکاری کے پیرو آج تک اس کی زیارت کر کے منتیں چڑھاتے ہیں۔ مدینہ کی زیارت ختم کر کے ملک روم کے شہر حلب میں رونق افروز ہوئے۔ یہاں پر پیر محی الدین سے ملاقات ہوئی اور اسے بھگتی کا راستہ دکھلایا ——— اس کے بعد گُورو جی دریائے فرات کو عبور کر کے شہر سورس میں آئے۔ پھر طہران (دارالخلافہ ایران) آپہنچے۔ وہاں کے حاکم نے تاج پیش کیا۔ تو گوروجی نے فرمایا۔ ہمارے سر پر چار موتیوں سے جڑا ہُوا تاج رکھا ہُوا ہے۔ وہ موتی یہ ہیں۔ ترک عقبیٰ، ترک دنیا، ترک مولا، ترک ترک۔

ملک بخارا کے جنگلوں کی سیر کرتے جب شہر خوارزم میں پہنچے، تو مردانہ راہیٔ ملک عدم ہوگیا۔ گُوروجی نے بھائی مردانہ کی تجہیز و تکفین ادا کر کے کابل اور قندھار کو دیکھا اور لوہ گڑھ میں پہنچے۔ وہاں اُن کی رحمت سے ایک پانی کا چشمہ نمودار ہُوا۔ جو آج تک "چرن گنگا" کے نام سے مشہور چلا آتا ہے۔ یہاں کے ہندو مسلمان آج تک گُورو جی کی یاد میں کڑاہ پرشاد کر کے تقسیم کرتے ہیں۔

اس کے بعد جلال آباد پشاور کی سیر کرتے ہُوئے حسن ابدال (مغربی پنجاب) کی پہاڑی پر آئے۔ یہاں آج کل گوردوارہ پنجہ صاحب موجود ہے۔ یہاں پر ایک فقیر ولی قندھاری سے ملاقات ہُوئی۔ پھر گُورو صاحب نے ریاست کشمیر اور پونچھ کو دیکھا۔ یہاں سے چل کر کئی جگہ طالبانِ حق کو نہال کرتے ہوئے ایمن آباد آپہنچے۔ جہاں پر آج کل گوردوارہ روڑی صاحب مشہور ہے۔ جبکہ گُورو صاحب یہاں قیام پذیر تھے۔ بابر بادشاہ مغل اپنی افواج لے کر ہندوستان کے افغان بادشاہ کی سلطنت کو پائمال کرنے آپہنچا۔ ایمن آباد پر لڑائی ہُوئی اور گورو جی بھی بیگار میں پکڑے گئے۔

یہاں بابر سے ملاقات ہُوئی اور خدا ترسی کا اُپدیش سُنایا۔ بادشاہ نے ایک تھیلا کابل کی بھانگ کا پیش کیا۔ تو گُورو صاحب نے فرمایا۔ ہم نے عشق ربانی کی سچی بھانگ کا نشہ حاصل کر رکھا ہے۔ جو کہ آٹھوں جام یکساں رہتا ہے۔ مرنے کے بعد بھی قائم رہتا ہُوا کبھی اُترنے میں نہیں آتا۔" بابر کو مل کر بٹالہ، گورداسپور، ہری دوار کی سیر کرتے مالوہ کا رُخ کیا، اور وہاں سے چل کر کرتارپور آگئے اور بقیہ عُمر کا حصّہ وہاں ہی ختم کیا۔ وہاں ایک لنگر جاری کیا۔ دن کو عشق حقیقی کا اُپدیش کرتے اور رات کو پرماتما کے روپ میں سمادھستہ ہوجاتے۔ اسی طرح بھگتی لوگ کے مشن کا پرچار کرتے ستّر برس کی عُمر میں جوتی جوت سما گئے۔ ہندو مسلمانوں نے آپس میں جھگڑا برپا کیا۔ ہندو جلانے اور مسلمان دفن کرنے پر اصرار کرتے تھے۔ جب چادر کے اُٹھانے پر لاش نہ ملی، تو چادر کے دو حصّے کر کے دونوں نے اپنی اپنی رسم ادا کی ——— میں نے گُورو صاحب کے سفر کا ذکر کرتے ہُوئے صدہا مقامات کو چھوڑ دیا ہے۔ کیونکہ وہ سب ذکر میں نہیں آسکتے تھے۔ ان سب مقامات پر جن کا بیان اوپر کیا گیا ہے۔ گُوروجی کے

گوردوارے موجود ہیں، اور وہاں گُورو جی کی پریم بھری بانی پڑھی جاتی ہے۔

منصور

عشقِ الٰہی کے نشہ میں سرشار ہنس ہنس کر سُولی چڑھنے والا شہید

آپ بڑے مشہور صُوفی ہو گزرے ہیں۔ حضرت جُنید اور شبلی آپ کے ہم زمان تھے۔ ایک دفعہ آپ ہندوستان میں بھی آئے تھے۔ آپ کی محویت کے متعلق لکھا ہے کہ ایک گودڑی کو برابر بیس سال پہنے رکھا تھا۔ ایک بچھو نے آپ کے تہ بند میں گھر بنا لیا تھا۔ آپ کسی بڑے چھوٹے کی پرواہ نہ کرتے تھے۔ رُوحانیت کے مخفی اسرار کو کُھلم کُھلا کہہ دیتے تھے۔ اِس لئے آپ کا نام حلاج الاسرار پڑ گیا تھا۔ کبھی کبھی ایسی باتیں بھی کہہ دیتے، جو لوگوں کی سمجھ سے بعید ہوتیں۔ اِس لئے لوگ بہت مخالف ہو گئے تھے۔ آپ کی زبان پر سدا انا الحق (اہم برہم اسمی۔ میں خدا ہوں) کا کلمہ جاری رہتا تھا۔ بھلا یہ بات عُلما اور مقلدین کو کب گوارا ہو سکتی تھی؟ اُنہوں نے خلیفہ کے پاس شکایت کی اور خلیفہ نے آپ کو ایک سال تک قید خانہ میں رکھا۔ مگر آپ کے درد حقیقت کو جسمانی سزائیں کب روک سکتی تھیں۔ آخر سُولی پر چڑھائے جانے کا حُکم ہُوا۔

جب آپ کو باب الطاق میں سُولی کے نیچے لے گئے۔ تو آپ نے سُولی کو بوسہ دیا۔ پھر سیڑھی پر قدم رکھا لوگوں نے پُوچھا۔ کیا حالت ہے؟ فرمایا۔ مردوں کے معراج سُولی کا سرا ہے۔ پھر کمر باندھی اور چادر ڈال کر اُوپر ہاتھ اُٹھائے اور کہا۔ جو چاہا تھا۔ سو پا لیا۔

ہزاروں لوگوں کا ہجُوم تھا۔ آپ آنکھ کھول کر فرماتے تھے۔ حق۔ حق۔ حق۔ انا الحق۔ ایک درویش نے جا کر پُوچھا۔ عشق کیا ہے؟ فرمایا۔ آج کل اور پرسوں دیکھ لوگے۔ اُس روز آپ کو مارا، دُوسرے روز جلایا۔ تیسرے روز ہوا خاک میں ملائی گئی۔

خادم نے وصیت چاہی۔ فرمایا۔ نفس کو کسی چیز میں مشغول رکھو۔ ورنہ وہ تُم کو کسی ایسی بات میں لگائے گا۔ جو کرنی ہی پڑے گی۔ اپنے آپ میں رہنا قومی لوگوں کا کام ہے۔

صاحبزادے نے بھی وصیت کے لئے درخواست کی تو کہا۔ جب دُنیا کے لوگ اعمال کی کوشش کریں۔ تو تُم ایسی چیز کی کوشش کرو۔ جس کا ایک ذرہ تمام جن وانس کے اعمال سے بہتر ہے اور وہ علم حقیقت (برہم گیان) ہے۔

آپ کو تیرہ سیر وزنی بیڑیاں پڑی ہُوئی تھیں۔ مگر جب چلتے تھے، تو خُوب اکڑ کر اور ہاتھ جھاڑ کر۔ لوگوں نے سبب پُوچھا۔ تو کہا۔ اِس لئے کہ میں خرگاہ کو جا رہا ہُوں۔

لوگوں نے پتھر مارنے شروع کئے۔ شبلی نے موافقت کے لئے ایک پھُول مار دیا۔ تو آہ بھری۔ لوگوں

نے پُوچھا۔ پتھروں پر تو اُف تک نہیں کی۔ پھول پر آہ زنی کیوں؟ فرمایا کہ وہ لوگ جانتے نہیں۔ اس لئے معذور ہیں۔ مگر اُن کا پھول بھی اِس لئے گراں ہے کہ یہ جانتے ہیں کہ مارنا نہیں چاہیئے۔

پھر سُولی کی سیڑھی پر آپ کے ہاتھ کاٹے گئے، تو ہنسنے لگے۔ سبب پوچھا گیا، تو فرمایا۔ انسانی جسم سے تو ہاتھ جُدا کر دینا آسان بات ہے۔ ایسے مرد چاہئیں، جو ہمارے دستِ صفات کے جو عرش بریں کے سر سے بھی بلند ہے۔ قطع کر سکیں۔ پیر کٹنے پر بھی مُسکرائے اور کہا کہ اِن پیروں سے تو مَیں نے زمین کا سفر کیا ہے۔ میرے اور بھی پاؤں ہیں۔ جن سے ہر دو عالم کا سفر کروں گا۔ ان کو کاٹ سکتے ہو، تو کاٹو۔

پھر دونوں ہاتھ جو خون سے بھرے تھے، اپنے مُنہ پر مل دیئے۔ وجہ پوچھے جانے پر فرمایا کہ میرا خون نکل گیا ہے۔ شائد چہرہ زرد ہو گیا ہو گا۔ اور تم سمجھو گے کہ یہ زردی خوف کی وجہ سے ہے۔ اب مَیں اس لئے خون مَلتا ہوں، کہ لوگوں کو سُرخرو نظر آؤں۔

یادِ الٰہی

(از حضرت سرور صاحب)

زباں پر ذکرِ خداوندی ہر دم رواں رکھنا
تعلق توڑ دینا چھوڑ دینا اس کی پابندی
کسی گھر میں نہ گھر کر بیٹھنا اس دارِ فانی میں
ملے گی کیا مدد تجھ کو مددگارانِ دُنیا سے!
اُٹھا لینا تصورِ غیر کی صُورت کا آنکھوں سے

فقط یادِ الٰہی سے غرض اے میری جاں رکھنا
خبردار اپنی گردن پر نہ یہ بارِ گراں رکھنا
ٹھکانا ہے ٹھکانا اور مکاں بر لامکاں رکھنا
اُمید یاوری اُن سے نہ یاں رکھنا نہ واں رکھنا
فقط سینے کے آئینے میں نقشِ دلستاں رکھنا

تعریفی خط

آدرنیہ ایڈیٹر صاحب شری نندہ جی۔ پریم بھری نمسکار!

میری آیو اس وقت ۷۰ سال ہے۔ تمام زندگی انڈے، ماس، شراب اور سینما سے نفرت رہی ہے۔ مَیں نے سناتن ویدک دھرم کی پُستکوں کا اچھی طرح مطالعہ کیا ہے۔ اور جب سے رسالہ اُوم کا منگوانا شروع کیا ہے۔ میرے اندر آنند کی لہریں ٹھاٹھیں مار رہی ہیں۔ ہردہ بالکل شانت، نرمل جل کی طرح اپنے اصلی سروپ ست چت آنند میں مگن رہتا ہے۔ کسی پرکار کا کوئی شک وشبہ اور بھرم باقی نہیں رہا۔ اب تو خاموشی اور گوشہ نشینی میں ہی اپنا وقت گذارتا ہوں مَیں نے عہد کر لیا ہے کہ باقی تمام زندگی رسالہ اُوم کو منگواتا رہوں گا۔ اور اس پر عمل کروں گا۔

موجودہ زمانہ میں رسالہ اُوم سے بڑھ کر کلیان کاری یعنی نجات دلانے والا اور کوئی سادھن یا وسیلہ نہیں ہے۔

نتھا سنگھ چھابڑہ۔ سابق آنریری مجسٹریٹ گجرات۔ حال لدھیانہ ۱/۲۷

عوام کے اپنے نئے انتظامیہ کا پختہ عہد

- باشندگانِ دلّی کی زندگی کے ہر پہلو کی ترقی۔
- صاف ستھرا اور مستعد انتظامیہ کا بندوبست۔
- کم لاگت والے پروجیکٹوں کے ذریعہ روزگار کے زیادہ سے زیادہ مواقع مہیا کرنا۔
- گندی وسلم، غیر مجاز بستیوں و نو آباد کالونیوں اور دیہی علاقوں کے باشندوں کو بہتر راحت والی سہولتیں۔

دوسرے خصوصی ترقیاتی پروگرام

- ہر سال ستّر، اسّی ہزار رہائشی اکائیوں کی تعمیر۔
- ہریجنوں کو معاشی طور پر خود کفیل بنانے کے لئے آسان شرحوں پر قرضے اور خام مال کا بندوبست۔
- سماج بہبود پروگراموں پر خصوصی زور۔
- عوام کی خواہشات اور ضروریات کے مطابق نظام تعلیم کی از سرِ نو تنظیم و تشکیل۔
- بہتر اور باقاعدہ ٹرانسپورٹ سروس۔
- سرکاری کام کاج میں ہندی کا زیادہ سے زیادہ استعمال۔
- پالیسی طے کرنے میں عوام سے صلاح و مشورہ اور اشتراک۔

آئیے ہم سب مل کر دلّی کو ہندوستان کا ایک آدرش شہر بنائیں

جاری کردہ :- محکمہ اطلاعات و اشاعت - دلّی انتظامیہ دلّی

ORDER NO. F.5/3/77/18306 DATED 2/11/77

رسالہ اُوم دہلی کے

سالنامہ **شانتی انک ۱۹۷۸ء**

کا تعارف

رسالہ اُوم کے نئے خریدار بننے والے اصحاب سے ہم نویدن کرنا چاہتے ہیں۔ کہ رسالہ اُوم کوئی نیا جاری شدہ پرچہ نہیں۔ بلکہ اِس کا اجراء ۱۹۳۵ء میں ہُوا تھا، اُور تب سے لے کر آج تک۔ اِس نے دھارمک لٹریچر کے پھیلانے میں جو نمایاں کام کیا ہے، وہ روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔ ہم ہر سال سالناموں کی صُورت میں کئی دھارمک پُستکیں، دھارمک جگت میں تقسیم کر چکے ہیں۔ جن کو پبلک نے بے حد پسند کیا۔ اُور اِن کی وجہ سے ہی "اُوم" ہر دلعزیز ہوتا گیا۔ ۱۹۳۶ء میں گیان انک، ۱۹۳۷ء میں بھگتی انک، ۱۹۳۸ء کرم یوگی انک، ۱۹۳۹ء میں شانتی انک، ۱۹۴۰ء میں پریم انک، ۱۹۴۱ء میں مکتی انک، ۱۹۴۲ء ایشور انک، ۱۹۴۳ء میں ویدانت انک، ۱۹۴۴ء میں کرشن انک، ۱۹۴۵ء میں رام انک، ۱۹۴۶ء میں ہندو دھرم انک، ۱۹۴۷ء میں گیتا دِگ درشن، ۱۹۴۸ء میں شکتی انک، ۱۹۴۹ء میں سادھنا انک، ۱۹۵۰ء میں نارائن انک، ۱۹۵۱ء میں تلسی رامائن انک، ۱۹۵۲ء میں مہابھارت انک، ۱۹۵۳ء میں بھگوت گیتا انک، ۱۹۵۴ء میں اُپاسنا انک، ۱۹۵۵ء میں یوگ انک، ۱۹۵۶ء میں بھگت انک، ۱۹۵۷ء میں سنت انک، ۱۹۵۸ء میں ویدانت انک، ۱۹۵۹ء میں سادھو انک، ۱۹۶۰ء میں نوین بھگت مال انک، ۱۹۶۱ء میں شانتی انک، ۱۹۶۲ء میں بھگوت پریم انک، ۱۹۶۳ء میں بھگوت گیان انک، ۱۹۶۴ء میں پرشوتم انک، ۱۹۶۵ء میں اُپنشد انک، ۱۹۶۶ء میں کرشن انک، ۱۹۶۷ء میں ہندو دھرم انک، ۱۹۶۸ء رام انک، ۱۹۶۹ء میں بھگت گاتھا انک، ۱۹۷۰ء میں مکتی انک، ۱۹۷۱ء میں اُپاسنا انک، ۱۹۷۲ء میں پرمارتھ انک، ۱۹۷۳ء میں پُرشارتھ انک، ۱۹۷۴ء میں گیتا گیان انک، ۱۹۷۵ء میں پرمیشور انک، ۱۹۷۶ء میں یوگ انک، ۱۹۷۷ء میں بھگتی انک اُور اب جنوری ۱۹۷۸ء کا سالنامہ "**شانتی انک**" کے نام سے چھپ رہا ہے —— جو کہ رسالہ اُوم کے سالانہ خریداروں کو سالانہ چندہ -/28 روپے میں مُفت بھینٹ ہوگا۔ یہ خاص نمبر نہایت پابندیٔ وقت کے ساتھ یکم جنوری ۱۹۷۸ء کو شائع ہو

جاوے گا۔ اِس میں حسبِ گنجائش مندرجہ ذیل مضامین (جو آج مورخہ ۲۰ اکتوبر ۱۹۷۷ء تک ہمیں موصول ہو چکے ہیں) شائع ہوں گے۔ جو مضمون بوجہ عدم گنجائش شائع نہ ہو سکیں گے، وہ اگلے ماہوار پرچوں میں شائع کئے جاویں گے۔

ہمارے اعلان پر جو سب سے پہلا مضمون ہمیں پراپت ہُوا، وہ شری کانشی رام جی چاولہ کا ہے۔ اِس مضمون میں مختلف عنوانات ہیں:۔ (۱) شانتی نہیں تو کچھ بھی نہیں۔ (۲) شانتی جیو کا پیدائشی حق ہے۔ (۳) شانتی پراپتی کے اُپائے۔ (۴) ستیہ، صداقت، راستی۔ (۵) دھیان دوارہ شانتی۔ (۶) شری گیتا جی میں شانتی پراپتی کے سادھن۔ (۷) ایکانت اور شانتی۔ (۸) شانتی پراپتی کا ایک ماتر سادھن، پربھو وِشواس۔ (۹) شانت اوستھا کے شترو ——— تقریباً ۹۰ سال کی بردھ اوستھا میں شری چاولہ صاحب نے اِس لمبے مضمون کو قلمبند کرنے میں جو پریشرم اُٹھایا ہے۔ اُس کے لئے ہم تمام "اوم" پریمیوں کی طرف سے اُن کا ہاردِک دھنیہ واد کرتے ہیں، اور ایشور سے پرارتھنا کرتے ہیں کہ شری چاولہ صاحب۔ سَو سال سے بھی ادھک تندرستی اور ایشور بھگتی کے سہت اپنے منش جیون کو سپھل کریں۔ ایسے کرم یوگی مہاپُرش کا جیون تمام سنسار کے لئے اور خصوصاً دھارمک جگت کے لئے ایک آدرش ہے۔ انہوں نے دھرم، اخلاق، کرم یوگ، بھگتی یوگ اور گیان یوگ پر سینکڑوں پستکوں کو چھپوا کر دیش اور قوم کی جو سیوا کی ہے، وہ کسی تعریف کی محتاج نہیں ہے۔

رسالہ اوم جب سے جاری ہُوا۔ شری چاولہ صاحب اِس کے معاونِ خصوصی چلے آ رہے ہیں۔ ایسے مہاپُرش جگت میں کمیاب ہی ہوتے ہیں۔ اُمید ہے کہ ناظرینِ اوم ان کے اِس تازہ مضمون سے کافی لابھ اُٹھاویں گے۔ دھنیہ واد۔

رسالہ اوم کے ہتیشی پرم پُوجنیہ شری بھارت بندھو جی شرما ایم اے۔ سیکرٹری شری سوامی رام تیرتھ مشن (رجسٹرڈ) دہلی نے ہمیں دو غیر مطبوعہ مضمون ارسال فرمائے ہیں۔ ایک کا عنوان ہے "اصلی سکھ کہاں ہے" اور دُوسرے کا عنوان ہے "انسانی زندگی کا مقصد"۔ دسمبر ۱۸۹۷ء اور سال ۱۸۹۹ء میں شری سوامی رام تیرتھ جی، سناتن دھرم سبھا پشاور کے پردھان اور دیگر دھرم پریمی سجنوں کی دعوت پر پشاور میں پہنچے۔ وہاں انہوں نے جو پروچن دیئے۔ لالہ امیں چند جی آنند نے اُن کے چرنوں میں بیٹھ کر اُن کو قلمبند کیا۔ جو کہ اب رسالہ اوم میں شائع کئے جا رہے ہیں۔

سوامی رام نے سب سے پہلے اوم کا بُلند آواز سے اُچارن کیا۔ اور بعد میں مندرجہ ذیل گیت سُنایا:۔

ہے پربھو! گُلِ گلزار میں میں نے تجھے دیکھا ٭ اور وادیٔ پُرخار میں میں نے تجھے دیکھا
جلوے تیری قُدرت کے مجھے کیا کیا نظر آئے ٭ بحر و برّ و کوہسار میں میں نے تجھے دیکھا

شری سوامی رام کے بھگتی اور گیان میں شرابور اِن دونوں مضامین میں وہ سوز و گداز ہے کہ جس کا بیان

نہیں ہو سکتا۔

○ اِس مضمون کے بعد پنڈت نریندر ناتھ جی شرما کی نظم چھپ رہی ہے :۔ سہ

"ہاتھوں سے نہ چھوٹے تیرا دامن میرے والی"

○ پھر ایک نظم منشی جے چند جی پریم جرنلسٹ کاہن پور کی چھپ رہی ہے۔ سہ

○ اپنی نظر کا ایک اِشارہ کرے کوئی ؛ دُنیا سے ہوش کو تہ و بالا کرے کوئی

○ بندہ ہُوں عشق کا نہیں دُنیا سے واسطہ ؛ کوچے میں تیرے کیوں مجھے رُسوا کرے کوئی

○ شانتی مئی جیون ۔ شری ٹیک سنگھ جی بانسل ایم اے

شری بانسل صاحب نے اِس مضمون میں ظاہر کیا ہے کہ جب تک منش، راگ دولیش۔ کام، کرودھ، لوبھ، موہ اور مایا کا تیاگ نہیں کرتا۔ اُس کو شانتی کی پراپتی نہیں ہو سکتی۔

○ شانتی کی کھان (نظم) شری آنند جی کپور

بھٹکتی ہے سُکھ کا سامان ؛ بھٹکتی ہے شانتی کی کھان

○ گورو تیغ بہادر جی ۔ از قلم امیر الشعرا دیوان پنڈی داس جی۔

مظلوموں کی پُشت و پناہ گورو تیغ بہادر آیا ہے

بھارت کا نصیبہ چمکا ہے۔ اب دھرم کی چادر آیا ہے

اِس نظم کے ساتھ گورو مہاراج کی جیونی بھی دی جا رہی ہے، اور آخیر میں شبد نانویں محل بھی دیئے جا رہے ہیں ۔ سہ گُن گوبند گائیو نہیں جنم اکارتھ کین ؛ کہہ نانک ہر بھج منا جہہ بدھ جل کو مین

○ مہاتما بُدھ کی سونعمری ۔ دھرم کرو، دھرم کا سنکھ بجاؤ، دھرم کی ڈنڈ بجاؤ۔

○ سرائے فانی ۔ (نظم) حضرت تراب صاحب سہ

اِدھر سے یارو اُٹھاؤ دِل کو کہ ہے یہ عالم سرائے فانی؛

کہاں کی دَولت کہاں کی حشمت کہاں کا راجہ کہاں کی رانی

○ سشند کا سمادھان ۔ سوہنگ کا جاپ کیسے کیا جاتا ہے۔

پرشن۔ از طرف شری ہر کرشن لال جی۔ گیتا کالونی۔ دِلّی

اُتّر۔ از ایڈیٹر۔

○ بھگت کرم سنگھ جی ۔ گزشتہ صدی میں جبکہ پنجاب میں سلطنت انگلشیہ کا نیا نیا دَور تھا۔ صُوبہ پشاور کے شہر مردان میں بھگت کرم سنگھ جی کا جنم ہُوا۔ اُن کو بھگوان کے ساکھشات درشن ہُوئے۔ مکمل حالات "شانتی انک" میں دیئے جا رہے ہیں۔

○ تیری رحمت ۔ از قلم سنت پُورن سنگھ جی بیر۔

چھا گئی رحمت تیری اے بیر رحمت چھا گئی !
دیکھتے ہی دیکھتے آنکھوں میں مستی آ گئی

○ **دھرو بھگت کی کتھا** ۔ شریمد بھاگوت اسکند ۴ ادھیائے ۸ ۔ ۔ ۔ اشٹم ادھیائے سے

○ **میراں بائی** ۔ ۔ ۔ میرے تو گردھر گوپال دُوسرا نہ کوئی
بھگتنی میراں بائی کی جیونی شائع کی جا رہی ہے ۔

○ **بانکے بہاری** ۔ از قلم شری کنول نُور پوری ۔ ۔ ۔
گوکل کی ہر شام و سحر ہوش رُبا ہے
مُرلی کی مدھر لے کا اثر ہوش رُبا ہے

○ **انجمن درویشاں** ۔ شری لکشمی چند گردور ۔ ۔ ۔
ہر ذرہ میں اب ہم کو مولا نظر آتا ہے
ہر گوشہ میں ہمیں یار و کعبہ نظر آتا ہے

○ **کرمیتی بائی** ۔ ۔ ۔ سب جن رل ہری نام دھیاؤ ۔ ۔ بیت گئی پر دھیان نہ لاؤ

○ **عشق اور عقل** ۔ مہاتما کبیر جی ۔ ۔ ۔ عقل کہے تو دانا ہو ۔ عشق کہے دیوانہ ہو

○ **مہارانی کنتی** ۔ جس نے بھگوان سے بپدا یعنی مصائب کو مانگا ۔ کیونکہ مصیبت میں بھگوان زیادہ یاد آتے ہیں ۔

○ **گنگا جل** ۔ از قلم شری خیر اتی رام جی پوری بی ایس سی ۔
گیتا ، گنگا اور گائتری ۔ تینوں ہی مکتی کے دینے والی ہیں ۔ شہنشاہ اکبر کے متعلق آئین اکبری میں ابوالفضل صاحب نے تحریر فرمایا ہے کہ شہنشاہ اکبر گنگا جل ہی پیا کرتے تھے ۔ اس سے کئی مہلک بیماریوں کے جراثیم نیست و نابود ہو جاتے ہیں ۔

○ **پُنیہ اور پاپ کی کتھا** ۔ ۔ ۔ یہ جنم ہے امولک ۔ پربھو جی کی شرن آؤ

○ **جرمن پروفیسر میکس مُولر کی سوانح حیات** ۔ از قلم شری خیراتی رام جی پوری ۔
یہ ایک معلوماتی مضمون ہے ، اور بڑا دلچسپ ہے ۔ اس میں آپ کو تصویر کے دونوں رُخ نظر آئیں گے ۔ بھارتیہ سبھیتا اس کی تعلیم وغیرہ کی تعریف بھی ہے اور ویدک دھرم پر کٹاکش بھی ہے ۔

○ **زور شور** (غزل) از حضرت سرور صاحب ۔ ۔ ۔
بندہ عاجز کس لئے کرتا ہے اتنا زور شور
اس قدر کیوں خاک کا پتلا ہے کرتا زور شور

- چندر ہاس (کہانی) مُقدّر آپ اپنا ہم بناتے ہیں مٹاتے ہیں۔
- بھگت جگن ناتھ داس۔ ؎ بھگتی کرسے پاتال میں پرگٹ ہوئے آکاش
  رحیب چھپائے نہ چھپے کبھی بھی ہر کا داس
- بابا فرید۔ ؎ فریدا وڈی ایہہ بہادری کرکسنگ کا تیاگ
- امیر خسرو۔ ؎ دردمند عشق را دارُو بجز دیدار نیست
- سچا مذہب۔ از قلم شری آنند کپور ؎ جلوۂ حق روز و شب ہے آنکھ والوں کیلئے
  درِ رحمت بند کب ہے آنکھ والوں کیلئے
- سُقراط۔ ؎ اقربا میرے کریں خُون کا دعوےٰ کس پر
- ولی ابوالحسن۔ ؎ یہ پُتلے خُدا کے بنائے ہوئے ہیں۔
- رام بھگتی۔ از قلم شری شانتی سروپ شان
  ؎ اوم جے شری رام ہرے۔ پربھو جے شری رام ہرے
- وشنو سہسر نام۔ مُترجم پنڈت وشوا ناتھ جی شاستری پر بھاکر آچاریہ۔ (مرسلہ ڈاکٹر پیارے لال جی)
- آتم سمرپن۔ از پنڈت چانن رام جی وفا
  ؎ وشو وباپی، سرو شکتیمان، رزاق اور کریم
  مالک کون و مکاں اے خالقِ عالم رحیم
- ویراگ دوارہ شانتی کی پراپتی۔ از قلم حکیم ریل داس جی مُضطر
- شانتی مارگ۔ از قلم پنڈت نریندر ناتھ جی شرما
- دھرم " " " "
- انسان اور شانتی۔ از شری شانتی سروپ جی شان۔
- زندگی۔ از قلم شری ہرنام داس جی آنند ؎ زندگی اک جادۂ ایمان ہے میرے لئے
  قابلِ سجدہ یہی انسان ہے میرے لئے
- اُدویت واد اور اخلاق۔ سوامی وویکانند جی کے وچار
- داستانِ غم و فیضِ ساقی۔ (از قلم پنڈت رام لال جی سالک ؎
  میں رستے کا ایک بھولا بھٹکا سا راہی ہوں مجھے میری قسمت کہاں کھینچ لائی
- چند بیانات۔ (ذاتی انُوبھو کے آدھار پر) از قلم پنڈت رام لال جی سالک۔
- کوئی یہ مانے کوئی وہ مانے۔ از قلم شری عرشی امرت سری
  ؎ توریت میں جلوہ ہے تیرا۔ قران سراپا ہے تیرا

لڑتے ہیں نادان ۔ دیوانے
کوئی یہ مانے کوئی وہ مانے

○ اشٹاوکر گیتا ۔ منظوم ترجمہ کوی کرشن لال جی، گیتا کالونی
○ شانتی پانے کا مہا منتر ۔ شری ساتول شاہ تاراگڑھی
○ مُکتی کا تالاب مُکتسر ۔ ازقلم شری اُلفت ایمنا یادی
○ بھگوان

قائم ہو کوئی رائے، یہ ناممکن ہے
تو فہم میں آجائے ۔ یہ ناممکن ہے

○ انسانی زندگی کا بلند ترین آدرش ۔ ازقلم شری پیارے لال بی۔ اے
○ ابومعین الدین ناصر بن خسرو " " "
○ فرمان حضرت خواجہ حسن بصری ۔ منتخبہ و منشرح ۔ ازقلم حکیم رمیل داس جی مضطر
○ وحدانیت ۔ از ۔ پنڈت نریندر ناتھ جی شرما ۔

(غزل) طور کیا ہے جس سے ممکن ہو مجھے تیرا وصال
ہر آن ہم کو اشاروں سے وہ بلاتے ہیں

○ یوگ ۔ ازقلم پنڈت ست پال جی بھاردواج
○ یوگ سادھنا (منظوم) از کوی کرشن چندر جی روی
○ روحانی خواہش ۔ از منشی جے چند جی پریم
○ جیون کی آزمودہ سچائیاں ۔ از ماسٹر ہری کرشن شرما شادانی
○ بھارت کی عظمت اور درویش حکمران ۔ ازقلم شری ساتول شاہ تاراگڑھی
○ سُوَرن بھومی ۔ بھارت ورش (منظوم) کوی کرشن چندر روی
○ پرماتما کی ہستی ۔ از ماسٹر تارا سنگھ جی سیدوی (ناسک)
○ شریمد بھگوت گیتا ۔ شلوک وار اُردو سلیس ترجمہ ۔ ازقلم شری جے گوپال جی چوپڑہ ۔
○ مہابھارت کا شانتی پرب ۔ شری نارد جی کا یدھشٹر کو شانتی کا اُپدیش ۔

ان کے علاوہ اور بھی کئی مضمون ہمیں موصول ہوئے ہیں۔ جن کا ذکر بوجہ طوالت شائع نہیں کیا جا سکا۔ یہ سالنامہ مضامین کے لحاظ سے ایک بہترین پُستک تیار ہو رہی ہے۔ جس سے محروم رہنا ایک غلطی ہوگی۔ اس لئے اوم کے تمام خریداران سے ہمارا نویدن ہے کہ وہ اگلے سال کا چندہ مبلغ -/28 روپے بذریعہ منی آرڈر اسی ماہ کی ۱۰ تاریخ سے پیشتر بھجوا دیں۔ تاکہ ہمیں وقت پر مل جاوے اور وی۔ پی نہ کرنا پڑے۔ یاد رہے۔ وی پی پر چار روپے زائد خرچ آجاتا ہے:

رسالہ "اُوم" دلی

از قلم ڈاکٹر برجموہن جی فدؔا

نازشِ علم و ہُنر دیکھو رسالہ اُوم ہے

رونقِ بزمِ سخن ہے زندہ جاوید ہے — باعثِ تسکینِ دل جسکی ہمیشہ جاوید ہے
اس کی پیشانی پہ لکھی اُوم کی تمہید ہے — ہر قدم اِس کا جہاں میں قابلِ تقلید ہے
نازشِ علم و ہنر دیکھو رسالہ اوم ہے

بے شُبہ علم و ہُنر کی یہ رسالہ کان ہے — عہدِ ماضی کی اِسی سے آج قائم شان ہے
ضُو فشاں ہر سُو جہاں میں اس کا ہی عنوان ہے — یہ علمبردارِ حق ہے معرفت کی جان ہے
نازشِ علم و ہنر دیکھو رسالہ اُوم ہے

مژدۂ رُوحانیت دیتا ہے یہ سنسار کو — بخشتا ہے جو شفا دُنیا میں ہر بیمار کو
دردِ ہی جس کا مِٹا دیتا ہے ہر آزار کو — منبعِ راحت ہے اِسکا نام ہر نادار کو
نازشِ علم و ہُنر دیکھو رسالہ اُوم ہے!

مِلتا ہے اِس کے الف سے ایکتا کا کچھ نشاں — واؤ سے وحدت کے جلوے ہو رہے ہیں ضو فشاں
میم سے مہر و مروّت کا ٹپکتا ہے بیاں — سچ فدؔا یہ ہے کہ یہ ہے نازشِ ہندوستاں
نازشِ علم و ہُنر دیکھو رسالہ اُوم ہے

"اُوم" سے خطاب

از بشری گردھاری لال شوقؔ

درحقیقت "اُوم" تُو ہے دلربائے عارفاں
تیری آمد سے مُسرت چھا گئی ہے چار سُو
غرقِ محوِ معرفت تیری ہر اِک تحریر ہے
ہے تیرا ہر لفظ مثلِ درِ مکنونِ عدن
تیرے مضموں کاشفِ اسرارِ ذاتِ سرمدی
نورِ عرفاں سے ترے تاریک دِل روشن ہوئے
تیرے دَم سے آگئی مُردہ دِلوں میں تازگی
تیرے جلوؤں سے نمایاں ہے نشانِ زندگی
زنگ آلودہ دِلوں کو صاف کر دیتا ہے تو
ہے تیرے اوراق میں پنہاں سرودِ کیف زا
ہے دُنیائے شوق ہر دم پیشِ ربِ ذوالمنن

تُو ہے دُنیائے صحافت میں صداقت کا نشاں
ہو رہی ہے تیری عزت تیری شہرت کُو بکُو
سر بہ سر علم معانی کی عجب تفسیر ہے
ہے پریشاں حال کا تُو دافعِ رنج و محن
تیرے فقرے مظہرِ رازِ نہاں زندگی
پُر، تصوف، فلسفہ اور گیان سے دامن ہوئے
ہو گئی عنقا دلِ پُر غم کی ایک دم بے کلی
تُو ہے گویا چشمۂ آبِ روانِ زندگی
اہلِ عالم سے خراجِ آفریں لیتا ہے تو!
تیرے نغموں کی صدا سے گُونج اُٹھتی ہے فضا
تا اَبد تُو دورِ ہستی میں رہے جلوہ فگن

دھرم

از قلم۔ پنڈت ترنیدرناتھ شرما نسریندر

جہاں دھرم ہے وہیں فتح ہے

دھرم کا پہلا گُن شیل शील

شیل سے مُراد ستیہ یعنی دھرم سے چلنے کا سوبھاؤ ہے۔

شری مہابھارت شانتی پرب میں بھیشم جی نے مہاراجہ یدھشٹر کو ایک معنی خیز سبق آموز کتھا سُنائی تھی۔ ایک مرتبہ دیوتاؤں اور دَیتیوں کی لڑائی میں دیوتا ہار گئے۔ ترلوکی کا راجیہ پرہلاد کے ہاتھ آیا۔ تب راج سے محروم ہو کر اِندر دیوتا دیوگورو برہسپتی کے پاس گیا اور پُوچھا میرا شریہ (پرم کلیان) کس میں ہے۔ تو برہسپتی نے اندر کو آتم گیان کا اُپدیش کر کے کہا۔ کہ شریہ اِسی میں ہے۔ لیکن اس سے اِندر کا سمادھان نہیں ہُوا۔ اُس نے پھر پوچھا۔ کیا اور بھی کچھ ادھک ہے۔ تب برہسپتی نے اُس کو شُکر آچاریہ دیتیہ گورو کے پاس بھیج دیا۔ وہاں بھی وُہی حال ہُوا۔ اندر نے پُوچھا اس کے علاوہ کچھ وشیش ہے، تو شُکر آچاریہ نے کہا۔ کہ جو وشیشتا ہے، وہ پرہلاد کو معلوم ہے۔ آخرکار اِندر برہمن کا رُوپ دھارن کر کے پرہلاد کی سیوا کرنے لگا۔ ایک دِن اُس کی سیوا سے سنتشٹ ہو کر دورانِ گفتگو پرہلاد نے کہا کہ شیل शील (دھرم اور ستیہ سے چلنے کا سوبھاؤ) ہی ترلوکی کا راجیہ پانے کی کنجی ہے۔ اور وُہی شریہ ہے۔ جب پرہلاد نے کہا کہ مَیں تیری سیوا سے خُوش ہُوں۔ تو وَر مانگ لے۔ تو اِندر نے اُس سے کہا۔ کہ آپ اپنا شیل مجھے دے دیں۔ پرہلاد وچن سے بندھا تھا۔ اُس نے تتھاستُو کہا۔ ایسا کہتے ہی پرہلاد کے شریر سے شیل اور اُس کے ساتھ۔ دھرم، ستیہ، ادر، اُپور شیتا دی دیوتا نِکل کر اندر کے شریر میں داخل ہو گئے۔ اور اندر راجیہ پا گیا۔ اِس سے پتہ چلتا ہے کہ جہاں شیل ہوتا ہے، وہیں سدگُن اور اَیشوریہ بھی رہتے ہیں۔ شیل کے بغیر سدگُن اور اَیشوریہ ٹِک نہیں سکتے۔

جب ہم شیل کے حاصل کرنے کے طریق پر وچار کرتے ہیں، تو اس کا آدھار دھرم مارگ کو پاتے ہیں۔ اگرچہ بُدھیمان اور گنوار دھرم شبد سے سبھی واقف ہیں۔ لیکن دھرم کی حقیقت کیا ہے جب اس پر وچار کرتے ہیں تو یہ اس قدر اُلجھا ہُوا مسئلہ بن کر سامنے آتا ہے کہ عقل و دانش عاجز ہو جاتے ہیں۔ اور دھرم کی انقطاعی تشریح دُشوار نظر آتی ہے۔ دھرم کی وُسعتوں کا ٹھکانہ نہیں۔ بٹیا کا ماتا پتا کے لئے بھائی کا بھائی۔ بہن

کے لئے پتی پتنی کا باہم ایک دوسرے کیلئے۔ دوست کا دوست کے لئے۔ ششیہ کا گرو کے لئے جو فرض ہے، اس کو بھی دھرم کہتے ہیں۔ نتیہ، نمتک کرم پوجا پاٹھ بھجن، تتو وچار وغیرہ بھی دھرم کہلاتا ہے۔ شریر نرواہ کے لئے دھن پیدا کرنا، سنتان پیدا کرنے میں بھی دھرم کی بھاونا موجود ہے۔ موکش کے لئے بھی دھرم کی ضرورت ہے۔ غرضیکہ اس کی تفصیلات کا ٹھکانہ نہیں ہے۔ دھرم کا نرنے کرنے کے لئے یکش نے راجہ یدھشٹر سے سوال کیا، تو انہوں نے جواب دیا کہ دلائل (ترک) غیر یقینی ہے۔ وید کی آگیا الگ الگ ہیں۔ سمرتی شاستر میں جدا جدا رائے پائی جاتی ہے۔ ایک بھی رشی ایسا نہیں، جس کی رائے کو دوسروں کی رائے پر فوقیت حاصل ہو۔ دھرم کا تتو تاریکی میں چھپا ہے۔ یعنی عام آدمی کی سمجھ میں نہیں آتا۔ اس لئے مہاجن جس راستے سے گئے ہیں، اسی کو دھرم کہا جا سکتا ہے۔

دھرم کی تشریح اگر ایک لفظ میں کرنی ہو تو کرتویہ یعنی فرض کہا جا سکتا ہے۔ لیکن کئی مرتبہ ایسے دو کرتویہ سامنے آسکتے ہیں۔ جو ایک دوسرے کی ضد یعنی مخالف ہوں۔ اس لئے اپنے حصے میں آئے ہوئے کرتویہ کرم کا پالن کرنا اور دوہار میں یہ دھیان رکھنا کہ کسی کو اس سے زیاں یا ایذا نہ پہنچے۔ یہی دھرم کا سار ہے۔ شدھ ستھر راگ، دویش رہت، من اور بدھی کرتویہ اکرتویہ کے بارے میں عموماً صحیح رہبری کیا کرتے ہیں۔

श्रूयतां धर्म सर्वस्वं श्रुत्वा चैवाव धार्यताम् ।
आत्मनः प्रतिकूलानि परेषां न समाचरेत् ॥

विष्णु धर्म० ३-२५५/४४

دھرم کا آدھار آچار (اخلاق) ہے۔ جیسا کہ مہابھارت کے شری وشنو سہسر نام ستوتر کے شلوک ۱۱۲ میں کہا گیا ہے کہ سب شاستروں میں پہلے آچار پر زور دیا گیا ہے۔ آچار سے ہی دھرم ہوتا ہے۔ اور دھرم کے پربھو (سوامی) شری اچیت بھگوان ہیں۔

منشیہ کے لئے چار پرشارتھ شاستروں میں بتلائے گئے ہیں:۔ (۱) دھرم (۲) ارتھ (۳) کام (۴) موکش۔ آپ دیکھیں گے کہ پہلا ستھان دھرم کا ہے اور آخری ستھان موکش کا ہے۔ جو انسان کا ادھیہ ہے۔ اور ارتھ اور کام کو بیچ میں ستھان دیئے گئے ہیں۔ جس کا مطلب ہے کہ انتم دھییہ تو موکش ہی ہے۔ لیکن ارتھ اور کام بھی شریر یاترا کے لئے ضروری پرشارتھ ہیں۔ تاہم ارتھ اور کام دھرم سے مریادت ہونے لازم ہیں۔ اور ایسے طریق پر چلنا ہے کہ موکش میں رکاوٹ نہ آنے پائے۔ بھگوان فرماتے ہیں کہ شرتی اور سمرتی، میری آگیائیں (احکام) ہیں اور منشیہ کرنے یوگیہ کرم اور نہ کرنے یوگیہ کرم کے نرنے کے لئے شاستر ہی پرمان ہیں۔ ان کو جان کر عمل کرنا چاہیئے۔ گیتا ۱۶-۲۴

اس میں تو شک نہیں کہ منشیہ کا شریہ تو آخر موکش پراپتی ہی ہے جو برہم گیان سے ہی ہوتی ہے۔ تاہم جب ہمیں شریر یاترا طے کرنی ہے تو اس کے لئے لوک سنگرہ اور شریر نرواہ کے واسطے مریادت پریہ کے سادھنوں کی بھی اشد ضرورت ہے جو کرم سے ہی ہوگا۔ لیکن ان کو غیر وابستہ ہو کر کرتویہ کی درشٹی سے نشکام بھاو کرنا واجب ہے۔ تاکہ موکش میں

بادھا نہ آئے۔ اسی لئے ایشا درسیہ اُپنشد کے پہلے منتر میں منشیہ کے لئے اُپدیش ہے۔

"اکھل برہمانڈ میں جو کچھ بھی جڑ چیتن روپ جگت ہے، وہ سارا ایشور سے ویاپت ہے۔ اُسی ایشور کو ساتھ رکھتے ہوئے، تیاگ پوروک اسے بھوگتے رہو۔ اس میں آسکت مت ہو۔ دھن یعنی بھوگ پدارتھ کس کا ہے۔ ارتھات کسی کا نہیں"

اسی اُپنشد کے منتر ۱ میں PRACTICAL اُپدیش دیا گیا ہے۔

جو منشیہ ودیا (برہم گیان) کے تتو کو اور اودیا (کرم کے تتو) کو بھی ساتھ ساتھ صحیح طور پر جان لیتا ہے۔ وہ کرموں کے نشکام اُوشٹھان سے، مرتیو کو پار کر کے برہم گیان کے اُوشٹھان سے اُمرت کو بھوگتا ہے۔ یعنی ... اوناشی آنندمیہ پر برہم پرشوتم کو ساکشات پراپت ہو جاتا ہے۔

یعنی زندگی کو دھرم کے اُنوسار کرموں سے لپائمان نہ ہوتا ہوا گذار کر آخر برہم گیان کے پربھاو سے موکش پراپت کر لیتا ہے۔

شری گیتا میں ادھیائے ۷۔۸ میں بھگوان نے فرمایا ہے۔ کہ تو سب سمے میں نرنتر میرا سمرن کر اور یدھ (یعنی شریر یاترا کے لئے کشمکش) بھی کر۔ اسی طرح فرض کی ادائیگی کرتے ہوئے میرے میں ارپن کئے ہوئے من بدھی والا تو بلا شبہ مجھ کو ہی پراپت ہوگا"

تحقیر راہ فنا نا روا ہے ؛ زراہ فنا ہی بقا تک رسا ہے (نرنیلد)

آخیر میں مہا بھارت کے ایک لاکھ شلوکوں کا وید ویاس جی نے جو ۴ شلوکوں میں بھارت ساوتری کے نام سے بہردیہ گراہی اور سارگربھت نچوڑ نکالا ہے۔ اس کے شلوک ۳۔۴ کی تشریح پاٹھکوں کی خدمت میں پیش کر کے اس مضمون کو ختم کریں گے۔

شلوک ۳۔ وید ویاس جی فرماتے ہیں۔ کہ میں بازو اُٹھا کر پکار پکار کر کہہ رہا ہوں۔ لیکن حیرانی ہے کہ کوئی میری بات نہیں سنتا۔ میں کہتا ہوں کہ ایک دھرم کے آچرن سے ہی ارتھ اور کام پراپت ہو سکتے ہیں۔ ایسا پھل دینے والے دھرم کا منشیہ کیوں آچرن نہیں کرتا۔

شلوک ۴۔ کام (خواہش) بھے، لوبھ یا پران رکشا کے لئے بھی دھرم کا تیاگ نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ دھرم جیو کی ہمیشہ رہنے والی دولت ہے۔ اور سکھ دکھ آنے جانے والے ہیں۔ جیو تو لافانی ہے اور زندگی کی آسانیوں کے ساز و سامان یعنی کام، بھے سے کبھی خائف ہوئے، کبھی بے چین ہوئے۔ کبھی بھلے برے کی تمیز کے نا اہل ہوئے۔ وہ سب نہیں رہیں گے۔ موقعہ بموقعہ پرانی کو دھرم کے راستہ سے ڈگانے کی انگیخت کر کے اپنا راستہ لیں گے۔ پرانی کا اوی ناشی جیو آتما ہی رہ جائے گا۔ اور ہمیشہ کے ساتھی دھرم اور ادھرم ساتھ ہوں گے۔ پرلوک مارگ میں جب کوئی ساتھ نہ ہوگا۔ اکیلا چلے گا۔ اس وقت جوان روپ سے اس کی بھوک کو اور جل روپ سے اس کی پیاس کو شانت کرے گا اور ماتا پتا سگے سمبندھیوں سے حاصل ہوتے۔ آنند بھوگ کے عادی جیو کو جب ان

کی جُدائی نہایت مضطرب کرے گی۔ اُس وقت جو اس کو پرم ہتیشی کے سمان شانتی دے گا۔ ایسے اناتھوں کے ناتھ، چارہ بے چارگاں ہمدم دھرم کو وقتی لابھ کے لئے موہ وش کبھی بھی تیاگ نہیں کرنا چاہیئے۔

یہ ماتما سب کو شیل کی رکشا کی توفیق بخشیں۔

اُس کا کرم نربندر نہ ہو گر شریکِ حال
ہے کون اپنی بگڑی کو جو خود بنا سکے

(اوم تت ست)

اسرارِ حیات........

از:- رشی پٹیالوی

ایک نقشِ عارضی ہوں سطحِ لوحِ دہر پر!
کھیلتا ہوں کھیل کیا کیا عمرِ فانی کے لئے
بے نشاں ہوں لامکاں کی جستجو رکھتا ہوں میں
دیکھنے کو اپنے بیگانے ہزاروں ہیں مگر!
سانس کی آواز پر قائم ہے ایوانِ حیات
وقت پڑنے پر نظر آتا نہیں ساتھی کوئی
چھوڑ دے گی رُوح آخر کار یہ تن کا قفس
سب سہارے ہیں بالآخر ٹوٹ جانے کے لئے
ماو تو کی ہر حقیقت داستاں ہو جائے گی
وقتِ آخر کا تصور سر بسر آزارِ جاں
نغمۂ شادی فغانِ بے اثر ہو جائے گا
اپنے بیگانوں کے سب رشتے یہیں رہ جائینگے

ذہنِ ہستی پر ہوں بارِ فکر لیکن مختصر
مر رہا ہوں چار دن کی زندگانی کے لئے
دل میں پنہاں اک ہجومِ آرزو رکھتا ہوں میں
درحقیقت اس بھری دُنیا میں ہے تنہا بشر
کچھ نہ ہونے سے بھی کم تر ہے یہ سامانِ حیات
کانپ اُٹھتا ہوں کہ ہر اُمید دھوکا تھی کوئی
ٹوٹ کر رہ جائے گا اک روز یہ تارِ نفس
زندگی کے ساتھ ہیں سب چھوٹ جانے کیلئے
ہستیٔ امکاں بساطِ بے نشاں ہو جائے گی
ٹوٹتے رشتوں کی کڑیاں زندگانی پر گراں
موت کے ہاتھوں وقارِ زندگی کھو جائے گا
جن کا دم بھرتا ہوں وہ آخر نہ کچھ کام آئیں گے

کون جانے کون سے عالم میں گم ہو جاؤں گا
اک مسلسل جستجو کے پھیر میں کھو جاؤں گا

سچائی اور اُپدیشک

دُنیا میں اُپدیشک اور واعظ دیکھے جاتے ہیں، وہ لوگوں کو سچائی کا گیان دے کر مُکت کرنے کا وعدہ کرتے ہیں، لوگوں کو اپنے عقائد کا قائل کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں، اِن کا یقین ہے کہ اگر لوگ اِن کے سدھانتوں کو مان یا جان لیں، تب زندگی کے سب دُکھ کلیش دُور ہو کر یہاں شانتی ملے گی اور مرنے کے بعد سُورگ یا مُکتی کی پراپتی ہوگی۔

اِن میں سے بعض تو یہ چاہتے ہیں کہ سب سے پہلے سوسائٹی کے قوانین اور گورنمنٹ کو بدلا جائے، تاکہ اِنسان کے لئے سچائی پر کاربند ہونا آسان تر ہو جائے۔ ان لوگوں کی نظر اِنسان کے جسمانی اور سوشل حالات پر ہی رہتی ہے۔ اِن کا خیال ہے کہ ماحول اور اِرد گرد کے حالات کو دُرست کرنا چاہیئے۔ کارل مارکس یہی نظریہ رکھتا ہے۔ اور آج رُوس اُسی پر عمل کر رہا ہے۔ اور بعض ریفارمر ایسے بھی ہیں، جو پُرانے مذاہب اور عقائد سے بیزار دنیا میں نیا مذہب اور نئے عقائد پھیلانا چاہتے ہیں۔ وہ مذہب کی نیو ایمان کی بجائے عقل پر رکھنا چاہتے، اور مذہب کو سائنس میں بدل دینے کی کوشش میں ہیں۔ وہ کامل دیانتداری کے ساتھ خیال کرتے ہیں۔ کہ اگر اِنسان قوانین قُدرت کو جان کر ان کے مطابق زندگی بسر کرے، تو وہ خود خوش رہ کر دُنیا میں دُوسرے لوگوں کے تعلق میں امن اور شانتی قائم کرنے اور بڑھانے کا وسیلہ بن سکتا ہے۔

مجھے تو نہ اقتصادی اور سیاسی اصلاح سے عناد ہے اور نہ مذہب کی عقلی تجدید سے۔ مگر ہم زندگی کی خاطر اس امر کا اعلان کئے بغیر نہیں رہ سکتے، کہ رُوحانی زندگی اور اِنسان کی عمیق ترین خوشی اِس قسم کی اصلاحات اور تجدید میں نہیں ہے، بلکہ اپنی خودی کو مٹانے میں ہے، اور خودی کو مٹانے کے یہ معنی ہیں کہ ہم اسے اِس کے چشمہ کے آگے رکھ دیں۔ تب آتما کی شکتی، روشنی اور محبت ہمارے وجود میں کام کرنے لگ جائے گی۔ صرف یہ اندرُونی آتم شکتی ہی ہمارے وجود اور ساری دُنیا میں پوری موافقت قائم کر سکتی ہے۔

مگر اَب لوگ اِس اندرُونی اور بیرونی موافقت کو ڈھونڈنے کی بجائے صرف واقفیت، دلائل اور تشریحات چاہتے ہیں، خودی جاننا چاہتی ہے اور اس کے لئے قیمت ادا کرنے کے لئے تیار ہے۔ اُپدیشک اور واعظ خودی کے لئے یہ سودا گلی گلی لئے پھرتے ہیں۔

لیکن ان اُپدیشکوں اور مبلغوں سے ذرا یہ تو پُوچھنا چاہیئے۔ تو خود تم نے اس واقفیت سے کیا فائدہ اُٹھایا ہے اور اگر تمہاری اپنی حالت نہیں بدلی، تو تمہارے اُپدیشن اور تبلیغ سے دُنیا کو کیا حاصل ہوگا؟ یہ لوگ پیشہ ور ہیں، پیسہ لیتے ہیں۔ عزت اور پوزیشن کے بھوکے ہیں۔ اِن میں باقی دُوسرے دُنیا پرستوں

کی مانند حسد اور مقابلہ کے خیالات پائے جاتے ہیں۔ یہ لوگ خود خدمت کرنے کی بجائے اپنی سیوا اور ترجیح چاہتے ہیں۔ اپنی خود غرضانہ بڑائی کے خواستگار ہیں، اور خود کو زیادہ اہمیت دیا کرتے ہیں۔

ستیہ (حقیقت) کو جاننا بہت اچھی بات ہے مگر اس سے بے انداز درجے زیادہ ضروری بات یہ ہے کہ ہم ستیہ کو صرف جانیں ہی نہیں، بلکہ خود ستیہ ہو جائیں، اور ستیہ کو عمل میں لائیں۔ ہمارے اندر حقیقت خود جیئے۔ ایسی بے خود زندگی بسر کرنے پر ہمیں سچے علم اور دانائی کا حصول ہوگا، اور ہم انہیں دوسروں سے خریدنے یا کتابوں سے سیکھنے کا خیال ترک کر دیں گے۔ آج تک کبھی کسی نے کسی دوسرے سے سچائی نہیں خریدی۔ سچائی تو سپرٹ (آتما) سے تعلق رکھتی ہے، اور صرف عملی زندگی کی راہ سے ہی تمہارے ذہن پر منکشف ہو سکتی ہے۔ تم صرف ایک کتاب کو ہی پڑھ کر سمجھ سکتے ہو، اور وہ ہے تمہاری اپنی زندگی۔ اگر آج تک سچائی کو کسی شخص نے دیکھا ہے تو اپنے خیال اور زندگی کی راہ سے ظہور میں پانے پر ہی دیکھا ہے۔ اس سے زیادہ کبھی نہیں۔ کتنا ہی پڑھو، رٹو، یاد کرو، دُہرایا کرو۔ لیکن اگر سچائی تمہاری روزانہ زندگی میں نمودار نہیں ہوتی۔ وہ ایک مُردہ شے ہے۔ زندہ سچائی نہیں۔

رُوحانی زندگی میں ضروری ہے کہ تم آتما کو اپنے خیالات کی راہ سے ظاہر ہونے کا موقع دو۔ تب ہی یہ سچائی تمہارے اور دوسروں کے باہمی میل ملاپ میں الفاظ اور اعمال کی صورت میں نمودار ہو سکے گی۔

جب تک سچائی صرف تمہارے ذہن میں ہے، وہ مُردہ ہے، اسے جو لیں گے۔ وہ بھی مر جائیں گے۔ یاد رکھو سچائی تب ہی تمہارے اندر زندگی حاصل کرتی ہے۔ جب تم اور لوگوں کے ساتھ برتاؤ کرتے وقت اسے اپنے الفاظ اور اعمال میں ظہور پذیر ہونے کا موقعہ دیتے ہو۔

اگر کسی لیکچرار، مبلغ اور اُپدیشک کو اُپدیش دیتے وقت یہ خیال آسکتا ہے۔ کہ وہ اس خدمت کے بدلے روپیہ لے گا۔ تب اس کے پاس زندگی کی کوئی چیز نہیں ہے۔ اس کی واقفیت مردہ مسالے کے بنڈل کے سوا کچھ نہیں۔ سچائی کی زندگی بسر کرنے کے لئے یہی دُنیا بہترین موقعہ پیش کرتی ہے۔ کیونکہ سچی زندگی مُشکلات چاہتی ہے۔ بیج کو پھُوٹنے کے لئے اندھیرا قبول کرنا پڑے گا۔ اسی طرح سچائی کی زندگی بسر کرنے کے لئے یہ تاریک دُنیا نہایت ہی موزوں ہے۔

کسی رسالے کتاب یا کسی آشرم میں تمہیں زندگی کی سچائی نہ ملے گی۔ اس کے ملنے کی ایک ہی شرط ہے اور وہ یہ ہے کہ آتما کو ایسے حالات پیدا کرنے کا کھُلا موقعہ دے دو۔ کہ جو تمہاری خودی، اس کے محدود مقاصد اس کے خود غرضانہ جذبات اور خواہشات کو مٹانے کا اثر رکھتے ہیں۔ تب ہی تمہارے جیون میں آتم پرکاش ہوگا۔ اور ستیہ کو ہُو بہُو جان اور دیکھ لوگے۔

سچائی کی قیمت سب کے لئے یکساں ہے۔ کسی کے لئے رو رعایت نہیں۔ دنیا کیا ہوگا؟ خودی اور اس کا سب کچھ ملے گا کیا؟ تم آتما کے گیان، پریم اور شکتی سے بہرہ ور ہو کر خودی کے تمام دُکھوں اور عارضی سکھوں سے

آزاد ہو گے۔ تم اپنا سب کچھ دے کر سب کچھ ہی پا لو گے۔

ہم یہ سچائی کسی کو دے نہیں سکتے۔ ہاں اسے اپنے اندر پانے کا راستہ دکھلا سکتے ہیں۔ اپنے وجود میں آتما کو جینے کا کھلا موقع دو۔ اپنے شخصی خیالات و خواہشات کی "رکاوٹیں" دور کر دو۔

جو شخص کتاب، منہ یا الفاظ کی راہ سے اس سچائی کے دینے کا مدعی ہے۔ وہ یا تو دیانتدار نہیں یا خود دھوکے میں مبتلا ہے۔ آتما کوئی مضمون تو نہیں۔ جو کتابوں میں پڑھا اور لیکچروں سے سنا جا سکے۔ آتما عین زندگی ہے۔ صرف ہستی نہیں، اور اس کا زندہ کشف صرف اس شرط پر ہو سکتا ہے کہ اپنی خودی کو برطرف کر کے اسے اپنے اندر جینے اور ظاہر ہونے کا موقع دیں۔ (بائیل ہارٹ مترجمہ پروفیسر نرمل چندر)

عورت

از — شری آنند کپور

(آدرسنیہہ اور شردھا سے عورتوں کے عالمی سال کیلئے)

داستانِ آدم کی عنوان ہے عورت
تارک کے ترک کی پہچان ہے عورت
اُلفت و بھروسے کی داستان ہے عورت
دو پلڑے ترازو کے سکہ کے دو پہلو
قائم اسی کے دم سے ہیں قصہ ہائے عشق
کیا کیا بیاں کروں اوصافِ صنفِ نازک
بے لوث و بے غرض ہے ہمدرد و غمگسار
ماں ہے، بیٹی ہے، بہن ہے، بیوی ہے
کہنے کو بہت کچھ کہا جا سکتا ہے لیکن
یہ وہ تخلیق ہے کہ جس کا نہیں جواب

پیدا کرتی ہے نگہبان ہے عورت
زاہدوں کے زہد کا امتحان ہے عورت
رازِ قدرت۔ خدا کی شان ہے عورت
ہے جسم اگر مرد تو جان ہے عورت
دنیائے محبت کا بھگوان ہے عورت
صحرائے زندگی میں گلستان ہے عورت
مسیحا اگر کہیئے تو بیگمان ہے عورت
کثرت میں گویا وحدت کا نشان ہے عورت
حق یہ کہ ہر اک درد کی درمان ہے عورت
دنیا پہ خداوند کا احسان ہے عورت

شہوانی نظر سے اسے نہ دیکھنا آنند
کہ زہرِ ہلاہل ہے مرگِ انسان ہے عورت

KEY ROLE OF FCI

The Fertilizer Corporation of India Limited is the single largest producer of plant nutrients in the country.

FCI'S PRODUCTION UNITS

FCI'S seven functioning units at Sindri, Nangal, Trombay, Gorakhpur, Numrup, Durgapur and Barauni have the installed capacity of over nine Lakh tonnes of plant nutrients. This will rise to over 26 Lakh tonnes when additional plants under construction and in advanced stages of planning go on stream.

TOTAL FERTILIZER TECHNOLOGY.

Backed by its intensive Research and Development efforts FCI has now developed its own know-how, design and engineering Capacity and can execute six to eight modern fertilizer plants at a time from the blue print to the final Commissioning stage.

Marketing Set-up

With a vast network of sales outlets and active promotional measures, FCI now serves farmers in most parts of the Country.

THE FERTILIZER CORPORATION OF INDIA LTD

رسالہ اُوم دہلی
کا
دھرم پرچار پرکاشن

"اوم" پریمیوں کی سہایتا سے "دھرم پرچار پرکاشن" کے انترگت گذشتہ پانچ سال کے دوران ہم رسالہ "اوم" کے سالانہ خریداران کی سیوا میں بیسیوں دھارمک پُستکیں مفت یا خاص رعائتی قیمت پر بھینٹ کر چکے ہیں۔ اب رسالہ "اوم" کے نئے یا پُرانے سبھی سالانہ خریدار ہمارے یہاں سے مندرجہ ذیل کُتب خاص رعائتی قیمت پر حاصل کر سکتے ہیں۔

شریمد بھگوت گیتا کا سنکھشپت پاٹھ اُردو (پاکٹ سائز) مُفت

بالمیکی رامائن (اُردو۔ حصہ اوّل) قیمت دس روپے۔ خاص رعائتی قیمت صرف چھ روپے

بالمیکی رامائن (اُردو۔ حصہ دوئم) قیمت اٹھارہ روپے۔ خاص رعائتی قیمت صرف دس روپے

سالنامہ یوگ انک ۱۹۷۶ء قیمت دس روپے۔ خاص رعائتی قیمت صرف چھ روپے

سالنامہ بھگتی انک ۱۹۷۶ء قیمت دس روپے۔ خاص رعائتی قیمت صرف چھ روپے

ضروری نوٹ

۱۔ یہ رعائتی قیمتیں صرف رسالہ 'اوم' کے سالانہ خریداروں کے لئے ہیں۔
۲۔ ہر کتاب کے لئے رجسٹری ڈاک خرچ دو روپے علاوہ ہوگا۔
۳۔ رقم بذریعہ منی آرڈر ارسال کریں۔ کیونکہ وی۔ پی منگوانے پر دو روپے زائد ادا کرنے پڑیں گے۔

"مینیجر"

DECEMBER 1977
Regd. No. of the Newspaper R.N.6(
Vol.46
Monthly 'OM' Delhi
P.O. Regd.No.D(D)-68